بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجاہد جنگ آزادی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ حامد علی فاروقی کی حیات وخدمات پر مشتمل

محسن ملت نمبر

ایڈیٹر

محمد سراج احمد مصباحی

متعلم: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

ناشر

محسن ملت اکیڈمی، بیجناتھ پارہ، رائے پور، چھتیس گڑھ

کتاب کا نام	:	جداریہ محسن ملّت نمبر
ایڈیٹر	:	مولانا محمد سراج عالم مصباحی سہرسہ
نائب ایڈیٹر	:	مولانا شکیل احمد مصباحی سمستی پور
معاون	:	مولانا غلام احمد رضا مصباحی سمستی پور
		مولانا عامر اشرفی مصباحی بھاگل پور
کمپوزنگ	:	محمد باسط رضا مصباحی دیوگھر جھارکھنڈ
تعاون	:	اشرف علی فاروقی، عارف علی فاروقی
		احتشام علی فاروقی، مجاہد علی فاروقی
تعداد	:	۱۱۰۰
سن اشاعت	:	2016ء بموقع ۱۴۱واں عرس حافظ ملّت
قیمت	:	

ملنے کا پتہ

مدرسہ اصلاح المسلمین و دار الیتامیٰ رائے پور چھتیس گڑھ

نمبر 9425231208-0771-2535283

Email-m_a_farooqui786@yahoo.com

Websaite- www.mohsinemillat.com

فہرست

نمبر شمار		مقالہ نگار	صفحہ نمبر
1		اڈیٹر	4
	پیش لفظ		
2		مولانا محمد سراج عالم سہرسہ	7
	مکتب رضا کا ایک چمکتا ستارہ		
3		مولانا محمد طاہر حسین سمستی پور	9
	صوبۂ چھتیس گڑھ کا ایک مسیحا		
4		مولانا محمد اسلم گڈا	12
	محسن ملت ۔حیات وخدمات		
5		امتیاز احمد عطاری سمستی پور	15
	محسن ملت بحیثیت مبلغ اسلام		
6		مولانا غلام احمد رضا سمستی پور	17
	اردو زبان کے فروغ میں محسن ملت		
7		مولانا عبدالرشید گڈا	19
	کا کردار		
8		مولانا محمد شکیل احمد سمستی پور	21
	ملّت کا مسیحا جیل میں		
9		مولانا سبطین رضا ہاشمی	26
	جنگ آزادی کا ایک عظیم مجاہد		
	حضرت محسن ملت پر کیے گئے		
10		مولانا محمد علی فاروقی	35
	خدمات کا اجمالی جائزہ		
11		مولانا محمد علی فاروقی	41
	ابتدایہ		
12		مولانا محمد علی فاروقی	65
	حضرت محسن ملت کا ایک تعارف		
13		مولانا محمد علی فاروقی	70
	محسن ملت کا جیل سے خط	شعراے کرام	
	محسن ملّت اور ان کے اسلاف		
	منقبت درشان محسن ملت		

پیش لفظ

آج اگر میں یہ کہوں کہ طلبہ جامعہ اشرفیہ کی تحریری سرگرمیاں جماعت اہل سنت کے خوش آئندہ کا پتہ دیتی ہیں، تو شاید آپ کو ایسا لگے گا کہ صاحب اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہیں، مگر یہ حقیقت ہے کہ آج چند سالوں سے طلبۂ جامعہ کے دلوں میں تحریری ذوق وشوق اور قلمی جسارت کی جو امنگ پیدا ہو رہی ہے یقیناً وہ قابل صد مبارک باد ہے۔اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں جیسی قدر آور اور بلند پایا شخصیت رقمطراز ہے:

”اشاعت دین وحمایت مسلک اور احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے سب سے مضبوط اور مؤثر ذریعہ تحریر ہے، طلبۂ جامعہ اشرفیہ کو قلمی ذوق اور تحریری سرگرمیوں میں درجۂ اختصاص حاصل ہے، وہ اپنی علمی اور ادبی صلاحیت کو نکھارنے اور تحریری مشق وممارست پیدا کرنے کے لیے جداریے وغیرہ نکالتے ہیں۔“،،

جامعہ ھذا میں چل رہیں سرگرمیوں کی ایک کڑی ”جداریہ“ ہے، جو عموماً جماعتی یا ضلعی سطح پر چل رہیں تنظیموں کے زیر اہتمام نکالا جاتا ہے۔اس کا مقصد اصلی علمی اور ادبی صلاحیت کو نکھار کر قلمی لیاقت کو مزید سیال بنانا ہے۔تمام جداریوں کا تفصیلی بیان تو ناگزیر ہے البتہ اختصار کے طور پر اتنا بیان کیا جا رہا ہے کہ عربی، اردو، انگریزی، ہندی اور بنگالی زبان میں ۴۰؍ سے زائد جداریے شائع ہوتے ہیں۔انھیں میں سے ایک جداریہ ”ضیاے حرم“ ہے، جسے راقم الحروف تقریباً دو سالوں سے اپنی زیر ادارت نکالتا ہے، دراصل صوبہ بہار، ضلع سمستی پور و بیگوسرائے کے بچوں کی ایک تنظیم بنام ”جمال حرم فاؤنڈیشن“، جس کے مختلف شعبہ جات میں سے ایک شعبۂ تحریری کے تحت تنظیم سے جڑے تمام بچوں سے ہر ہفتہ ایک ایک مضمون بطور مشق وممارست لکھایا جاتا ہے اور انھیں مضامین میں سے دینی

علمی اور فکری ومعیاری مضامین کو جس پندرہ روزہ جداریے میں شائع کیا جاتا اسی کا نام ’’ضیاے حرم‘‘ ہے۔ یہ جداریہ تقریباً ۲۰۱۲ء سے مسلسل علمی وفکری موضوعات پر نکالا جارہا ہے جس کا سلسلہ تا حال دراز ہے۔

عرس حضور حافظ ملت میں اس جداریے کی ایک الگ نوعیت ہوتی ہے، اس موقع سے طلبہ اشرفیہ کسی فکری موضوع کا انتخاب کر کے اس پر نمبر نکالتے ہیں۔ ۴۰؍واں عرس عزیزی کا موقع تھا، اسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ کس موضوع پر اس سال نمبر نکالا جائے، اسی درمیان میرے عقب سے صدا آئی ’’محسن ملت پر نکالیے‘‘ اتنا سننا تھا کہ حاشیہ ذہن میں طرح طرح کے سوال پیدا ہونے لگے، کون محسن ملت؟ کہاں کے محسن ملت؟؟؟؟۔۔۔میں اسی خیال میں گم شدہ تھا کہ پھر ایک صدا آئی کہ شاید آپ یہی سوچ رہے ہیں کہ یہ محسن ملت کون ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! معاملہ کچھ ایسا ہی ہے۔ اتنے میں اس نے کہنا شروع کیا: محسن ملت وہی ہیں جنھوں نے الہ آباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ۱۸۸۹ء میں آنکھیں کھولی، مکتب رضا کا جام پیا، خواجہ ہند کے فیوض وبرکات کو اپنے پلکوں سے بہارا اور صوبہ چھتیس گڑھ کی طرف رخت سفر باندھ کر باطل آندھیوں کے خلاف چراغ بن کر روشن ہوگئے۔ اس راہ حق کے مجاہد نے کبھی شدھی آندھی سے مقابلہ کیا تو کبھی برٹش گورنر کے جبروتی طاقت سے۔ قید وبن کی صعوبتیں جھیلیں، مختلف مصائب آلام سے دوچار ہوئے پھر بھی حق کی صدائے لاہوتی بلند کرتے ہوئے ۱۹۶۸ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ یہی ہیں محسن ملت کی ذات۔ اتنا سننا تھا دلوں کی دنیا بدل گئی، میں ہوس باختہ ہوگیا اور محسوس ہوا کہ بادل گرجا، بجلی گری اور پلکوں میں پوری بے حسی کی وادی جل کر خاکستر ہوگئی۔ ہائے افسوس! آج زمانہ محسن ملت جیسی بلند پایہ ذات سے بے خبر ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ملت کے اس محسن پر مناسب کام اب تک نہ ہو سکا۔ حضرت علامہ ارشد القادری جیسی مفکر ومدبر شخصیت اس مقام پر بڑے افسوس کے ساتھ رقمطراز ہے:

’’ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا جیسی ہمہ گیر اور عظیم شخصیت پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب صوابہ متوسطہ میں بیٹھ کر اسلام وسنیت کی جوجوت جگائی اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔‘‘

اب ہونا کیا تھا، دلوں میں احساس عمل کی چنگاری فروزاں ہوئی، دن دو دن میں کتابیں چھانی گئیں، عناوین مرتب کیے گئے اور ۴۰ ویں عرس عزیزی کے حسین موقع سے نئے رنگ وآہن کے ساتھ جداریہ بنام ’’محسن ملت نمبر‘‘ نکالا گیا۔

اس جداریے پر جب نبیرۂ محسن ملت حضرت علامہ محمد علی فاروقی کی نظر پڑی تو مسرت وشادمانی کے عالم میں جھوم اٹھے اور دعائیں دیتے ہوئے اسے کتابی شکل میں لانے کا مشورہ دیا ساتھ ہی ہر مشکل گھڑی میں اپنی حمایت کا وعدہ فرما کر حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ غرض یہ کہ وقت کے تنگ دامن میں اس کام کو انجام دیا گیا جس کے نتیجہ میں یہ کتاب آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کتاب میں درذیل امور کا خیال رکھا گیا ہے

(۱) جداریہ کے مضامین کو علی حالہ باقی رکھا گیا ہے۔

(۲) ضرورت کے تحت مزید چند مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

(۳) حتی الامکان آپ کی حیات کی مختصر گوشوں کو سامنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اخیر میں میں سب سے پہلے حضرت علامہ محمد علی فاروقی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی تن من اور دھن دہی کے نتیجہ میں یہ کتاب آج آپکے ہاتوں میں ہے، اس کے بعد اپنے ان تمام احباب جنہوں نے جابجا میری معاونت فرمائی اور دعا کرتا ہوں کہ رب ذوالجلال ہماری اس چھوٹی سی کاوش کو قبول فرما کر ہمارے تمام معاونین کو شاد کام فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

محمد سراج عالم مصباحی

سہرسہ بہار

مکتب رضا کا ایک چمکتا ستارہ

مولانا محمد سراج عالم سہرسہ

وہ زمانہ جب کہ انگریز ہندوستانیوں کی بے گور و کفن لاشوں پر اپنی بالا دستی کا جھنڈا گاڑ کر فخر و مسرت کے شادیانے بجا رہے تھے تو دوسری طرف انہیں انگریزوں کی پیدا شدہ اولا د روز بروز عروج طے کر رہی تھی، جنہوں نے شان الوہیت و رسالت میں گستاخیاں کرنا اپنا پیشہ بنا لیا تھا، تو تیسری جانب ہندو شدت پسندوں کی سلگائی ہوئی شدھی بھٹی، جس کے طوفان و آندولن میں سیکڑوں، ہزاروں، نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر کفر کی ظلمتوں میں لا کر کھڑا کر دیا تھا، ایسے دل سوز وقت میں ملک کے تاریخی شہر الٰہ آباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''قاضی پور، چندہا تحصیل ہند خاص'' میں ایک نورانی سے بچے نے آنکھیں کھولی، جس کی پیشانی پہ چمکتی خاندانی مجد و شرافت دیکھ کر اہل خانہ میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے، غرض کہ بخت سعادت کا وہ نیّر تاباں وقت بھی آ پہنچا جس میں اس نورانی بچے نے اپنی ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد دھیرے دھیرے دل میں علمی طوفان کا ایک ایسا امنگ امنڈ پڑا جو وقت کے مجدد امام احمد رضاؔ کے چوکھٹ پہ جا کر ہی تھما، اب کیا تھا سامنے ٹھاٹھے مارتا علم کا سمندر تھا، علوم نقلیہ ہو یا عقلیہ کس چیز کی کمی تھی رضاؔ کی گلی میں، برسوں کی پیاسی روح نے مکتب رضا سے جہاں علم و فضل کا کوثر سلسبیل پیا، وہیں باطل پرستوں کے تمام ناپاک عزائم کو خاک میں ملا کر انہیں اپنی ناکام حسرتوں کی کفن زدہ نعش اپنے کاندھے پر اٹھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کرنے کا سلیقہ بھی، غرض کہ پروردۂ مکتبِ رضا کا ابھارا ہوا ایمانی جذبہ نے جب امت مسلمہ کے لیے للکارا تو آپ نے غیر منقسم ہند و پاک کے ایسے علاقے کی طرف رخت سفر باندھا جو ضلالت و گمرہی کے گھنگھور گھٹا کا مرکز بنا ہوا تھا جس کی ظلمت شب دیجور کی تاریکیوں کو شرما دینے والی تھی اور جہالت کا عالم تو یہ تھا کہ مسلم و ہندو کے درمیان کوئی

امتیاز نہیں تھا، مسلمانوں کی نعشیں بغیر نماز جنازہ کے دفنائی جا رہی تھیں، جی ہاں! ایسے ہی وقت میں ملت کا مسیحا محسن ملت بن کر باطل کے سامنے سینہ سپر ہوا تھا، لیکن ذرا ہمت دیکھیے اس مرد جواں کی کہ وہ شہر جو شدھی آندولن کا مرکز اور انگریزوں کی ایذا رسانی محور بنا ہوا تھا، ایسے وقت میں ملت کے محسن نے تنہا ملت کی کمان سنبھالی، نہ کوئی خوف، نہ کوئی ڈر اور بھلا اس مرد مجاہد کے دل کو کوئی کیسے ہراساں کر سکتا ہے کہ وہ تو غوث و خواجہ کا نظر کردہ، مکتب رضا کا پروردہ اور گلشن فاروقیت کے جاہ جلال سے آراستہ تھا۔ غرض یہ کہ ایسے پر آشوب دور میں علاقہ چھتیس گڑھ کا دورہ کر کے آپ نے نہ صرف شدھی آندولن کو زیر و زبر کیا بلکہ انگریزی سامراج کو بھی کیفر کردار تک پہنچا کر اس بنجر زمین کو گل گلزار بنا دیا۔

آخر بات یہ ہے کہ مجھے افسوس ہے جماعت اہل سنت کے فرہادوں اور اس کے مدح خوانوں پر کہ اس نے آج تک ایسی بزرگ ہستی پر مناسب کام نہیں کیا، انجام کار آج محسن ملت کی شخصیت اتنی مشہور نہ ہو سکی جتنی ہونی چاہیے تھی، انہی وجوہ کو مد نظر رکھتے ہوئے راقم الحروف نے عرس حافظؔ ملت کے پر بہار موقع پر اس عظیم ہستی کا تعارف کرانے کی غرض سے ایک نمبر بنام ''محسن ملت'' نکالنے کا عزم مصمم کیا جو بحمدہٖ تعالیٰ پورا ہوا، اس مختصر سے ورق کے دھڑے میں آپ کی چھاپ کے تمام گوشوں کو سما نہ سکا، بلکہ اجمالی خاکہ بھی پیش نہ کر سکا، البتہ مذکورہ کاوش جاری رہی۔ اس سلسلے میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں اسی چمن کے محافظ پیر طریقت حضرت علاّمہ محمد علی فاروقی دامت برکاتہم القدسیہ کا جنہوں نے گاہے بگاہے میری کافی مدد کی، اب میں دعا کرتا ہوں رب ذوالجلال سے کہ ہمیں ان نیک ہستیوں کے صدقے ہمارے اس چھوٹی سی کوشش کو قبول فرمائے۔

صوبۂ چھتیس گڑھ کا ایک مسیحا

مولانا محمد طاہر حسین سمستی پور

یوں تو پردۂ عدم سے وجود میں اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے لاکھوں۔ کروڑوں ہستیاں آئیں جن سے خداوند قدوس نے دین وملت کی حفاظت اور اس کی بقا کا کام لیا اور ان عظیم ہستیوں نے حفاظت دین وملت کو اپنا فریضۂ اول اور مقصود اعلیٰ سمجھ کر اہم رول ادا کیا، انہیں مقدس اور پاکیزہ ہستیوں میں گل گلزار فاروقیت عارف باللہ، عالم ربانی اور ولی کامل حضرت علامہ الحاج شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ کا نام نامی سرفہرست آتا ہے۔ آپ نے جس شان وشوکت، معظم طریقے اور بے باکانہ ومجاہدانہ طور پر حفاظت دین کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے، اسے تاریخ اسلام کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

آپ کی ہمت وجواں مردی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب پورے ملک میں انگریزی حکومت کا دور دورہ تھا، انگریز ہندوستانیوں کو اپنا غلام تصور کر رہا تھا ایسے بھیانک دور میں آپ نے انگریزوں کو للکارا۔ اور مسلمانوں کے ایمان وعقائد کے محافظ بن کر مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل سے ہمکنار فرمایا۔

جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان نے خصوصی ارشاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو مدھیہ پردیش میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا۔ تو آپ سب سے پہلے صوبہ چھتیس گڑھ، اکلتر اضلع بلاسپور تشریف لائے۔ جب آپ نے اس علاقہ کا دورہ فرمایا تو چند ہی دنوں میں یہ بات آپ پر واضح اور روشن ہوگئی کہ یہ علاقہ تعلیمی، تربیتی اور علم وہنر کے اعتبار سے نہایت پسماندہ اور پچھڑا ہوا ہے۔ علاقہ کی جہالت اور قوم مسلم کی زبوں حالی پر آپ کا کلیجہ کانپ اٹھا۔ پورے علاقے میں کوئی پرانی نشانی نظر نہیں آئی جو اسلامی آثار قدیمہ کا پتہ دے سکے۔ کفرستان میں ڈوبے ہوئے اس علاقے سے نہ تو

صوفیاے کرام کی کوئی جماعت گزری اور نہ ہی علماے عظام کا قابل ذکر قافلہ، جو اپنی نورانی وعرفانی تجلیّات سے اس وادی کی شب دیجور جیسی تاریکیوں کا پردہ چاک کردے، اگر کبھی کوئی گزرا بھی تو ان کی روشنی اتنی مدھم تھی کہ گردونواح کو بھی روشن نہ کرسکی۔ آپ حالات کا جائزہ لیتے اور اپنی قوم کو آگے بڑھانے کی فکر میں نت نئے انداز میں پروگرام کا انعقاد کرتے۔ ایک دن آپ رتن پور کے قریب ایک گاؤں سے گزر رہے تھے کہ وہاں آپ نے قبر پر بانس دیکھا جو کسی نے گاڑا تھا، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس علاقہ میں دور دور تک کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو نماز جنازہ پڑھا سکے، لہٰذا ایسے موقع پر نشانی کے طور پر بانس گاڑنا یہاں کا رواج بن چکا تھا تاکہ دن دو دن میں کوئی عالم یا پڑھا لکھا شخص کا گزر ہو تو قبر ہی پر نماز جنازہ کی ادائیگی کی تکمیل ہوسکے، اس طرح کے روح فرساں اور دل دہلا دینے والے واقعات نے آپ کے دل پر گہرا اثر ڈالا، جس کے متعلق آپ نے ایک تفصیلی خط حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھیج کر مشورہ طلب فرمایا، انہوں نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے آپ کو علاقہ سنبھالنے اور مسلمانوں کی جہالت دور کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر آپ نے تبلیغ دین اور اس کی نشر واشاعت کی باگ ڈور سنبھالی اور اسی میں مصروف عمل ہوگئے۔ اور غم بالائے غم یہ تھا کہ عین اسی وقت صوبہ چھتیس گڑھ کی سطح پر شدھی آندولن کی بھٹی سلگائی گئی۔ جس کی لہروں سے پورا چھتیس گڑھ جھلس رہا تھا اور دوسری طرف انگریز مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا رہا تھا۔ ایسے پر آشوب ماحول میں آپ نے قوم ملت کا مسیحا بن کر نہ صرف شدھی آندولن کا زیروزبر کیا بلکہ انگریزی سامراج کو بھی للکار کر اپنے علمی وعملی جدّ وجہد کے ذریعہ انہیں ایمانی طوفان میں خس وخاش کی طرح بہا کر یہ ثابت کردیا کہ مجرم کون ہے؟ یقیناً اس جام رضا کا فیضان ہی تھا کہ تاحیات اسلام کی حقانیت کے لیے آپ ہمیشہ سینہ سپر رہے اور اس کی آب یاری کی خاطر جہاں آپ نے لاکھوں تاریک قلوب میں ایمان واسلام کی شمع روشن کی وہیں آپ کے دست حق پر بے شمار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اور خدا

کے فضل سے آپ کی تربیت نے ان کے دل ودماغ کا رخ بدل دیا جس سے گلشن ایمان مہکنے لگا، عشق رسول کی تجلیات سے نگاہوں میں نور اور دلوں میں سرور پیدا ہوتا چلا گیا اور ایک انسان کو انسانیت کا مزاج مل گیا، آپ نے ایمان وعقائد کی پختگی کے لیے چھتیس گڑھ کے مرکزی شہر رائے پور میں ایک قلعہ قائم فرمایا جو آج ''اصلاح المسلمین'' کے نام سے موسوم ہے، دین کے اس قلعہ سے علم وعرفان کا چشمہ تا حال ابل رہا ہے اور طالبان علوم نبویہ تشنگی علم سے سیراب ہو رہے ہیں۔

شریعت کے امیں تم ہو

قاری عبدالصمد صاحب حامد رائے پوری

خلیفہ اعلیٰ حضرت شریعت کے امیں تم ہو
طریقت کے علم بردار محسن ملت
زمانہ یاد رکھے گا بھلا نہ پائے گا اس کو
تیری باتیں تیرے افکار محسن ملت
اٹھایا دین کا پرچم سجایا دین کا گلشن
سبحان اللہ تیرا ایثار محسن ملت
بڑی امید سے بیٹھا ہے حاؔمد آپ کے در پر
لگا دو اس کا بیڑا پار محسن ملت

محسن ملت ۔ حیات وخدمات

مولانا محمد اسلم آزاد مصباحی

سرزمین ہند کے وہ مایۂ ناز علمائے کرام جنہوں نے آندھیوں کی ضد پر اسلام کا چراغ روشن کیا اور مصائب وآلام کے طوفان میں عظمت رسول اللہ ﷺ کا پرچم لہرا کر تاریخ دعوت وعزیمت کا نقش لازوال چھوڑا ہے ان عظیم ہستیوں میں محسن ملت حضرت علامہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان کا نام نامی اسم گرامی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

آپ کی ولادت شہر الہ آباد کے چھوٹے سے گاؤں چندھا میں ۱۸۸۹ء میں ہوئی ۔ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ لکھنؤ پہنچے۔آپ کے چچا جناب عابد علی صاحب نے آپ کو فرنگی محل میں داخل کر دیا۔انتہائی محنت ولگن کے ساتھ یہاں چند سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔حضور حجۃ الاسلام کے ذریعہ درسیات کی تکمیل عمل میں آئی اور جامعہ منظر اسلام میں دستار بندی ہوئی۔ دوران تعلیم حضور اعلیٰ حضرت تو آپ کو قرب وجوار کے جلسہ ومناظرہ میں بھیجا کرتے تھے۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے اجمیر مقدس میں متعدد چلّے کیے۔ وہیں آپ کو مدھیہ بھارت جانے کا اشارۂ غیبی ملا۔صوبۂ چھتیس گڑھ کا علاقہ تعلیمی وتربیتی اعتبار سے نہایت پسماندہ اور پچھڑا ہوا تھا، علاقے کی جہالت اور قوم مسلم کی زبوں حالی پر آپ کا کلیجہ کانپ اٹھا۔ یہ وہ دور تھا جب کہ سیاہ دل انگیریز ہماری مقدس دھرتی کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دینے کا ناپاک منصوبہ بنا رہے تھے۔ایک طرف قوم مسلم کی یہ نازک حالت اور دین سے دوری، دوسری طرف شدھی آندولن تحریک پورے جوش وخروش سے پوری امت مسلمہ کو شرک وکفر کی تاریکیوں میں دفن کرنے کے لیے شب وروز کوشاں تھا۔ایسی حالت میں محسن ملت علیہ الرحمہ نے گاؤں گاؤں دورہ کیا، قریہ قریہ ایمانی آواز

پہنچائی اور شدھی آندولن کے ایمان شکن طوفان کی ضد پر عشق مصطفوی کا دیا روشن کر کے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے میں نہ صرف پھنسنے سے بچایا بلکہ دعوت وتبلیغ کے ذریعہ نہ جانے کتنے ہی غیر مسلموں کو کفر کے تاریک وادیوں سے نکال کر ہدایت وایمان کی روشنی عطا کی۔ وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے آپ نے دین کے لیے ایک مضبوط قلعے کی ضرورت پر لوگوں کو متوجہ کیا۔ اس مرد مجاہد کی ہمہ وقت انتھک کوششوں، شب وروز کی قربانیوں اور پیہم جدوجہد کے نتیجے میں مدرسہ اصلاح المسلمین ودار الیتامیٰ وجود میں آیا، جو جلد ہی علم وعرفان کا ابلتا ہوا چشمہ سیال بن گیا۔

آپ دارالافتا کے عظیم فقیہ بھی تھے اور درس گاہ کے کامیاب مدرس بھی، آپ کی خطابت کا رنگ بھی نرالا تھا، کسی موضوع پر جب تقریر کرتے تو ایسا لگتا کہ آواز میں دلوں کو پگھلا دینے والی حرارت شامل ہوگئی ہے۔ کبھی کبھی تقریر کے دوران ایسی بے خودی طاری ہوجاتی کہ خود ہی رونے لگتے اور آواز گلو گیر ہوجاتی۔ ۱۹۲۲ء میں رائے پور میں مسلم لیگ کا جب عظیم الشان جلسہ ہوا تو اس میں آپ نے انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا، جس کے نتیجے میں آپ کو جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا، آپ تمام مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے مگر جیل کی کالی کوٹھری میں دعوت وتبلیغ کا مقدس فریضہ ہاتھ سے جانے نہ دیا یہاں تک جیل میں سیکڑوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ آپ سیاست کے بھی شہسوار تھے۔ آپ چاہتے تو حکومت کا کوئی بڑا عہدہ آسانی سے حاصل کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے اسے اپنے مفاد کے لیے استعمال نہیں کیا، بلکہ اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کو قوم ومذہب کے لیے استعمال کیا۔ یہ آپ کی حکمت عملی کا ہی نتیجہ تھا کہ ۳۶ گڑھ کی سرزمین پر جمیعۃ العلما (دیوبند) کے منحوس قدم نہ پڑ سکے۔

آپ نے ہر موڑ پر قوم وملت کی رہنمائی کی ہے، ہند کی آزادی کے بعد جب کچھ لوگ پاکستان ہجرت کرنے لگے تو ایسے پر آشوب ماحول میں بھی آپ نے قوم کو سنبھالا، انہیں حوصلہ دیا اور اپنی حکمت عملی

سے ۳۶ گڑھ کے مسلمانوں کو ہجرت سے روکا۔ ۱۹۶۰ء میں پورا ملک جب فرقہ ورانہ فساد کی آگ میں جل رہا تھا ایسے نازک ترین حالات میں بھی آپ نے مدھیہ بھارت کے مسلمانوں کے لیے اپنے آپ کو مسیحا ثابت کیا، یتیموں، مظلوموں اور آشفتہ حال لوگوں کے زخم پر مرہم رکھا۔ یہ اسے مرد مجاہد کی لازوال قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ صوبہ ۳۶ گڑھ میں اہل سنت وجماعت کی کھیتی سرسبز وشاداب ہے۔ یہاں کی بنجر زمینوں کو زرخیز بنانے میں ان کے خون جگر کا بڑا حصہ شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آج بھی ''محسن ملت'' کے خوب صورت لقب سے انہیں یاد کرتے ہیں۔

اک چراغ رہبری تھی محسن ملت کی ذات — روشنی ہی روشنی تھی محسن ملت کی ذات
الفت غوث الوریٰ اور نسبتِ خواجہ پاک — آج بھی دم بھر رہی ہے محسن ملت کی ذات

ضیاء محسن ملّت

قاری عبدالصمد صاحب حامد رائے پوری

چراغ علم قرآنی جلائے محسن ملّت
دلوں پر کر گئی روشن ضیاء محسن ملّت

بفیض غوث وخواجہ بفضل حق بابا فرید الدین
بٹے گا اور بٹتا ہے عطاء محسن ملّت

ہوئی نازاں زمیں چھتیس گڑھ کی اپنی قسمت پر
کہ اس پر علم کے موتی لوٹائے محسن ملّت

مسلماں ہوگئے قیدی عبادت دیکھ کر ان کی
کہ وہ تاثیر رکھتی تھی نماز محسن ملّت

محسن ملت بحیثیت مبلغ اسلام

امتیاز احمد عطاری

اللہ عزوجل نے اپنے فضل وکرم سے بندوں کی رشد وہدایت کے لیے نسلاً بعد نسلٍ بہت سارے اولیاے کرام، صوفیاے عظام اور معزز علما کو اس خاک دان گیتی پر بھیجتا رہا۔ انہیں میں سے ایک حضرت محسن ملت علامہ محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔ آپ کو اعلیٰ حضرت کی خلافت اور شرف تلمذ بھی حاصل ہے، آپ نے اپنی ساری زندگی خدمت خلق اور مخلوق خدا کی رشد وہدایت میں صرف فرمادی، آپ نہ صرف کھلے میدان میں خدمت دین کا فریضہ انجام دیا بلکہ جیل کی کوٹھری میں چین کی نیند نہ سوئی۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آزادی ہند کا دور دورہ تھا، ایک طرف مسلم قوم ہندوستان چھوڑ کر پاکستان کوچ کر رہی تھی تو دوسری طرف شدھی آندولن مسلمانوں کو گمراہ کر رہی تھی۔ ایسے وقت میں آپ نے انگریز حکومت کے خلاف ایک ولولہ انگیز خطاب فرمایا جس سے سارے لوگوں پر ایک عجیب سا ولولہ طاری ہوگیا۔ مخالفین یہ سوچنے لگے کہ آج اس مرد قلندر کو قید نہیں کرتے ہیں تو یہ پورے ایوان میں ہلچل مچا کر رکھ دے گا مگر واہ رے ملت کے محسن کی شان! کہ وہاں جا کر بھی خاموش بیٹھا نہ رہا بلکہ اپنے مشن کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے، شریعت کے پابند رہے، لوگوں نے جب آپ کے اس انوکھے انداز کو ملاحظہ کیا تو آپ سے مانوس ہوکر دیگر قیدی بھی آپ کی صحبت میں بیٹھنے لگے اب روزانہ آپ کا یہ معمول ہوگیا کہ ہر دن نماز سے فارغ ہوکر بیٹھ جاتے اور انہیں دین اسلام کی باتیں بتاتے۔ حاضرین میں ہندو بھی ہوتے اور عیسائی و مسلمان بھی۔ نتیجتاً اس مرد درویش کی شب وروز کی کاوشوں نے کئی لوگوں کے دلوں میں انقلاب ایمانی پیدا کر دیا جو آپ کے دست حق پرست پر کلمہ طیبہ پڑھ کر مذہب اسلام میں داخل ہوگئے۔ جیل سے باہر آنے کے بعد جب آپ نے صوبۂ ۳۶ گڑھ کے باشندگان کے اندر تعلیمی پسماندگی کی بو پائی تو آپ نے ایک مدرسہ

بنام اصلاح المسلمین قائم کیا، جو کل سے لے کر آج تک اپنے فارغ شدہ نائبین رسول کے ذریعہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ محسن ملت نہ صرف مجاہد ومقرر تھے بلکہ ایک عظیم مبلغ اسلام بھی تھے۔

خدمت دین اور الفت ملت کو دیکھ کر

چھتیس گڑھ کو محسن ملت پہ ناز ہے

بچّہ بچّہ قوم کا اب حافظ قرآن ہے

قاری عبدالصمد صاحب حامد رائے پوری

محسن ملّت کا دیکھو کس قدر فیضان ہے	بچّہ بچّہ قوم کا اب حافظ قرآن ہے
دین کی خدمت کرو اور شریعت پر چلو	جانشین محسن ملّت کا یہ اعلان ہے
مسلک احمد رضا پر چلتے رہواے سنیوں	مسلک احمد رضاء ہی سنیوں کی جان ہے
شدھی آندولن مٹا اور فرقۂ باطل چھٹا	حضرت حامد علی یہ آپ ہی کی شان ہے

سیکھنے کو علم دیں جو مدرسہ آ گیا

جان لو کہ وہ رسول اللہ کا مہمان ہے

اردو زبان کے فروغ میں محسنِ ملت کا کردار

مولانا غلام احمد رضا سمستی پور

محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے مایہ ناز فاضل جلیل اور بے مثال صوفی بزرگ تھے، آپ کی شخصیت ایک سچے عالم باعمل، پیر طریقت اور صوفی باصفا کی تھی جو ایمان کی پختگی اور عقیدہ کی مضبوطی کے ساتھ میدان میں اپنے اسلاف کی زندہ مثال تھے۔

اردو زبان وادب کے فروغ وارتقاء میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے، جس کی نظیر ۳۶ گڑھ میں مختلف جگہوں پر دیکھنے کو ملتی ہے کہ جب پورے علاقے میں کوئی ایسا مکتب و مدرسہ نہیں تھا جہاں اردو زبان کی تعلیم دی جاتی ہو اس وقت آپ نے رائے پور میں ''مدرسہ اصلاح المسلمین'' اور ''مسلم یتیم خانہ'' کی بنیاد ڈالی، جس کے ذریعہ اردو کی کئی درسگاہ وجود میں آئی۔ آپ نے گاؤں و شہر میں مختلف جگہ اردو زبان وادب کے فروغ کے لیے کمیٹیاں بنائی اور قوم وملت کے بہت سے ذمہ دار افرادوں کو بیدار کیا اور اردو سے شغف رکھنے والے ہندو مسلم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ان کے اندر اردو کی ترقی کا جذبہ پیدا کیا جس کا حیرت انگیز نتیجہ کچھ ہی عرصہ بعد ایسا ظاہر ہوا کہ پسماندہ علاقے میں بے شمار ادبا وشعرا نظر آنے لگے، کسی نے اردو میں شعر گوئی اور نظم نگاری کو اپنی دنیاوی زندگی کی بے مثال کامیابی گمان کی تو کسی نے خطاب وبیان اور نثر نگاری کو اپنی حیات کا لازوال نعمت تصور کیا۔ بہرحال اس زبان میں اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ کے افراد میں سے بہتیروں نے حصہ لے کر طبع آزمائی کی اور نمایاں کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔ آپ نے جہد مسلسل اور سعی پیہم کے ذریعے حکومتی سطح پر بھی اردو زبان وادب کو فروغ دیا، ذیل میں اردو پر ان کی خدمات کی کچھ تاریخی باتیں نظر قارئین ہیں:

(۱) ۱۹۵۲ء میں آپ نے ''بوڑھا پارہ'' کے ایک اسکول میں اردو و زبان پڑھائے

جانے پر پابندی لگانے کی وجہ سے اس کے خلاف آواز بلند کی اور اکلٹر اضلع بلاسپور کو اس کی ہر وقت اطلاع دے کر قانونی طور پر اردو زبان کو اس اسکول میں معدوم ہونے سے بچایا۔

(۲) ۱۹۶۶ء میں اردو زبان کے فروغ کے لیے ''ضلعی تعلیمی انجمن'' قائم فرمائی جس کے زیر اہتمام پہلے مہینہ کے پہلے اتوار کو ''شعری نشست'' کا انتظام کیا جاتا جس سے اردو پڑھنے والوں کا شوق بڑھا اور لوگوں میں اردو کے متعلق بیداری پیدا ہوئی۔

(۳) ۱۹۶۶ میں ''نگر پالیکا پریشد'' نے جب ہانڈی پارہ اردو اسکول رائے پور کو بند کرنے کا اعلان کیا تو آپ نے اس وقت مدرسہ اصلاح العلوم میں ایک میٹنگ کا انعقاد کیا اور شہر کے معزز افراد واشخاص کو مدعو کیا اور میمورنڈم بنا کر محکمہ تعلیم کے حوالہ کیا، اس میں ہانڈی پارہ اسکول توڑے جانے پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا اور اس کی ایک ایک کاپی وزیر اعلیٰ، وزیر تعلیم اور کلکٹر کو بھیجی۔ آخر کار آپ کی کوششوں سے ہانڈی پارہ اسکول بند ہونے سے بچ گیا اور ضلعی محکمہ تعلیم نے اس اسکول کی گرانٹ بھی اردو کی بنیاد پر جاری کر دی۔

اس طرح سے بہت سی باتیں تاریخ میں مذکور ہیں لیکن ہم یہاں انہیں چند باتوں پر اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں صدق دل سے دعا گو ہوں کہ مولیٰ ہم تمام قارئین وناظرین کو حضرت علامہ موصوف کے فیض سے بہرہ ور کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

قطعہ

میرا ایماں ہے دین کا ضامن بن کے نکلے گا
شریعت کا ایک دن علمبردار بن کے نکلے گا
بنا اس مدرسے کی محسن ملّت نے ڈالی ہے
یہاں تعلیم جو پائے گا محسن بن کے نکلے گا

ملت کا مسیحا جیل میں

مولانا عبدالرشید گڈا

محسن ملت علامہ حامد علی فاروقی نے اس وقت ۳۶ گڑھ کو اپنی جولانگاہ بنایا جب کہ ایک طرف برٹش حکومت اپنے جبروتی طاقت کے بل بوتے پر ہندوستانیوں کا عرصہ حیات تنگ کر رہے تھے، تو دوسری جانب شدھی آندولن اپنے پورے کروفر کے ساتھ امت مسلمہ کو شرک و کفر کی تاریکیوں میں دفن کرنے کے لیے شب و روز نت نئے سازشی جال پھیلاتا چلا جا رہا تھا، اس وقت ۳۶ گڑھ کا علاقہ جہالت کی دبیز غلاف میں اس طرح لپٹا ہوتھا کہ دور دور تک روشنی کی ہلکی سی کرن دیکھنی بھی مشکل تھی۔

ایسے وقت میں آپ امن کے علم بردار بن کر اپنے ماموں منشی نیاز احمد خان اکلترا ضلع بلاس پور میں ٹھیکیدار کی حیثیت سے مقیم تھے، ان کی طلب پر ۱۹۲۰ء میں اکلتر اتشریف لائے اور جامع مسجد میں منصب امامت پر فائز ہو گئے، لیکن عشق رسول کی جس چنگاری کو رضا مشن سے ہوا دے کر بھڑکایا گیا تھا، اس نے آپ کو چین کی نیند سونے نہیں دیا دو ہی سال بعد ۳۶ گڑھ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مسلم لیگ سے یک گونہ مخالفت رکھتے ہوئے بھی شریک ہوئے، جلسہ میں جب آپ کو مدعو کیا گیا تو آپ نے انگریزوں کے خلاف ایک مدلل تقریر فرمائی، جس نے بچے سے لے کر بوڑھے تک آزادی کی طلب میں بغاوت کا جذبہ پیدا کر دیا اور ہر ایک کی زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ: ع: سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے۔

''انقلاب زندہ باد، آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے'' جیسے فلک شگاف نعروں نے سات سمندو پار والوں کی نیند حرام کر دی، آخر میں صورتحال اتنی نازک ہوگئی کہ جیل کی سنگلاخ دیواروں میں آپ کو قید کر دیا گیا، قید و بند کی صعوبتوں نے آپ کا استقبال کیا، اب آپ ایک ایسی کوٹھری میں مقید تھے

جہاں کوڑے برسائے جاتے، لاٹھیاں چلائی جاتیں، کبھی قتل کی سازشیں کی جاتی مگر آپ مصائب و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے اور مسکرا مسکرا کر مجاہدین آزادی کو دعوت فکر دیتے رہے۔

طوق و زنجیر اور بیڑیاں کی جھنکار میں قید خانہ کی چہار دیواری میں آپ کو قید تو کر دیا گیا مگر آپ کا پیغام اسلام وہاں بھی گونجتا رہا اور اس کی سرمدی آواز سے کفر و شرک کے علم بردار کا کلیجہ دہلتا رہا، ہر روز نماز تہجد کے بعد اذان و جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی اور تلاوت قرآن کریم اور اوراد و وظائف کی بزم سجی اور پھر اس کے بعد وعظ و نصائح کی محفل بھی منعقد ہوئی۔ دھیرے دھیرے وہاں کے در و دیوار بھی اس کی تجلیات سے جگمگانے لگے اور دلوں کی سیاہی بھی دھلنے لگی۔ جو نام کے مسلمان تھے انہوں نے ایمان کی نئی توانائی محسوس کی اور جو کفر و شرک کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے انہوں نے روشنی کی نئی توانائی محسوس کی دیکھتے ہی دیکھتے ایمانی روشنی سے ان کے تاریک دل جگمگا اٹھے یہاں تک کہ کچھ انگریز بھی آپ کی دل آویز شخصیت اور ایمانی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہوئے دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

ایک مجرم کا جیل کی تاریک وادیوں میں شمع ایمان بن کر روشنی بکھیرنا اور وہ بھی حکومت برطانیہ کا مجرم، یہ معمولی جرم نہیں تھا۔ نیچے سے لے کر اوپر تک کے حکام کی نظروں میں آپ خار مغلیہ کی طرح کھٹکنے لگے، ظلم و ستم کی آندھیاں کچھ اور تیز ہو گئیں، مصائب و آلام کی تاریکیاں اور بھی کچھ بڑھ گئیں، مگر آپ مسکراتے ہوئے ظلم و بربریت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ جیل میں آپ کے تقویٰ و شعار کا یہ عالم تھا کہ پورے دو سال تک آپ نے گورنمنٹ کا کوئی سامان استعمال نہ کیا حتیٰ کہ اس کا تیار شدہ کھانا بھی آپ نے تناول نہیں فرمایا بلکہ آپ کے والد ماجد حاجی محمد شاکر علی فاروقی ہر ماہ دس روپیہ بھیج دیا کرتے تھے اسی رقم کے ساتھ آپ ماہانہ گزارہ فرمایا کرتے تھے، بالآخر دو سال کی مدت طے کرنے کے بعد آپ کو قید و بند کی صعوبتوں سے آزاد کیا گیا۔

جنگ آزادی کا ایک عظیم مجاہد

مولانا محمد شکیل احمد سمستی پور

آج لوگوں پر عصبیت کا رنگ چڑھا ہوا ہے اور یہی رنگ تواریخ کے شفاف چہروں کو گرد آلود بنا رہا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ غدار وطن شہید احمد رائے بریلی کو شہید آزادی کے نام سے یاد کیا جانے لگا اور جنہوں نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد ہی نہیں دیا بلکہ کالا پانی (جزیرۂ انڈمان) میں آزادی کے نام پر اپنی جان تک قربان کردی، انہیں شہدا کے فہرست سے خارج کیا جا رہا ہے۔ یہ تو ایک شخصیت ہے ایسی نہ جانے کتنی ہستیاں ہیں جو صرف تواریخ کے آئینہ میں نظر آتی ہیں۔ اور اب یہ تاریخی صفحات سے بھی محروم ہو رہے ہیں ۔ جب کہ وہابی دیوبندی خود ساختہ شہدا کے اسماء شمار کر کے نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں، اور ہم احساس کمتری کے شکار ہیں، آج تک ہم نے اس نتیجہ پر غور نہ کیا ، نتیجتاً ہمارے اکابرین کی یادیں اکثر نیست و نابود کردی جا رہی ہیں، وہ بھی ایسی ہستیاں جنہوں نے وطن کو اپنے خون سے سینچا تھا، جن کی تحریک آزادی میں بڑے کارنامے رہے ہیں، آج انہیں کوئی یاد نہیں کرتا، بلکہ نئی نسل تو یہی خیال کر رہی ہے کہ جماعت اہل سنت کے علما جنگ آزادی میں شریک نہیں تھے، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، ہندی تاریخ ہمارے سنی علما کے خون سے تر و تازہ ہے اس کی ایک مثال مجاہد آزادی محسن ملت حضرت علامہ محمد حامد علی فاروقی ہیں ۔

مکتب رضا کے اس فیض یافتہ نے جب ۳۶ گڑھ کا رخ کیا، اس وقت پورا علاقہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، علم کی خوشبو کا وہاں دور دور تک مہک نہیں پہنچتا تھا اور اس گھنی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد اونٹ کی منہ میں زیرہ برابر تھی، وہ بھی علم دین سے نا آشنائی کے شکار بنے ہوئے تھے، لیکن جب اس بنجر زمین پر آپ نے اپنا قدم نازاں رکھا تو غلام مصطفیٰ مسکرا اٹھے، ان کے دلوں کی کلیاں کھل گئی اور برسوں کی تاریکیاں کافور ہوئیں، علمی مدارس کا قیام عمل میں آیا اور سبھوں نے بیک زبان آپ کو

قائد تسلیم کرلیا۔

جب سرزمین ہند میں تحریک آزادی نے زور پکڑا، تو ہر ریاست میں اس کی بھنک محسوس کی گئی ،۳۶ گڑھ کے مسلمانوں نے اپنا قائد محسن ملت کو مان کر انگریزوں کے خلاف سینہ سپر ہو گئے ، آپ نے ۱۹۲۱ء میں متعدد جلسہ منعقد کیا اور قوم مسلم کو آزادی وطن کے نام ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، ۱۹۲۶ء میں بڑے پیمانے پر جلسے جلوس کا اہتمام کیا اور پورے مدھیہ پردیش کا دورہ کر کے ۳۶ گڑھ کے تمام لوگوں سے اس تحریک میں شامل ہونے کی اور ہر طرح کے تعاون کی اپیل کی، اور اس علاقہ میں تحریک آزادی کو مزید تقویت بخشنے کیلئے آپ مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ جنگ آزادی پر گفتگو کی اور ۳۶ گڑھ کے حالات سے آگاہ کیا، تو انہوں نے صحیح رہنمائی کرتے ہوئے آزادی کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کا مشورہ دیا، اور آپ نے اپنی قائدانہ صلاحیت کی بنیاد پر اس تحریک ۳۶ گڑھ کو بام عروج تک پہنچا دیا۔

آپ کی وفاداری، حب الوطنی اور یکجہتی پیغامات پر بڑے بڑے لیڈران رشک کرتے تھے ، ایک بار آپ کے مدرسہ میں اندرا گاندھی اچانک بغیر اطلاع دیے حضرت کی زیارت کی غرض سے آگئی، آپ کے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ میرے والد محترم آپ کو اپنا ہمدرد، سچا وطن دوست ہندوستانی مسلمان کہتے تھے، میں آپ کو کیا اطلاع کرتی یہ میرا گھر ہے۔ آپ میرے چچا ہیں، اس موقع سے آنجہانی نے مدرسہ میں امداد کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ٹال دیا تھا۔ آپ کی فکر و تدبیر اور قائدانہ بصیرت پر جواہر لال نہرو جیسے لیڈران بھی اعتماد کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں آزادی کے فوراً بعد قانون سازی کی باری آئی تو ہر علاقے سے ذی شعور کو بلایا گیا، جس ۳۶ گڑھ کے نمائندہ کی حیثیت سے آپ کو مدعو کیا۔ آپ کی حیرت انگیز فکر دیکھ کر ۱۹۵۹ء میں پنڈت جواہر لال نہرو نے موصوف کے ساتھ کئی مسلمانوں کو بھی مدعو کیا۔

تحریک آزادی کی سرگرمیاں میں شامل ہونے کے بعد مسئلہ کشمیر میں آپ نے کافی دلچسپی دکھائی اور کشمیر کو تقسیم ہونے سے بچایا، اور جب ۱۹۶۴ء میں کشمیر کانفرنس جمشید پور میں منعقد ہوئی تو آپ نے بھی شرکت فرما کر بانگ دہل اعلان کیا کہ کشمیر ہندوستان کا ایک اہم حصہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسی طرح جب بابری مسجد پر تالا لگا تو آپ بے چین ہو گئے اور نہرو سے ملاقات کر کے ان مسائل پر اظہار خیال کیا اور مسلمانوں کی بے چینی و غم وغصہ سے آگاہ کیا، دوسری جانب قوم و مسلم کو جھنجھوڑتے ہوئے پرزور تقریر کی جو آب زر سے لکھنے کے قابل تھی۔

جب ہندوستانی مسلمانوں کو کچھ لوگوں نے ورغلا ڈالا اور انہیں ہندوستان چھوڑنے کی ترغیب دی اور کچھ مسلمان بہکاوے میں آکر پاکستان ہجرت کرنے لگے، تو ایک مرتبہ پھر آپ کے فاروقی جلال میں نیا امنگ آپڑا اور بے تاب ہو کر قوم کو آواز دیتے ہوئے فرمایا کہ تم کہاں جا رہے ہو ؟ خواجہ کی دھرتی تمہیں پکار رہی ہے، اشرف پیا کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے اور پھر تمام تارکین وطن کو حب الوطنی کی ترغیب دی اور حالات سے جلد قابو پانے کے لیے اپنے رفقا کو بس اسٹیشن اور دیگر شاہ راہ پر کھڑے ہو کر تارکین کو روکنے لگے۔

سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ دینی سرگرمی بھی کم نہیں تھی جس پر تفصیلی گفتگو کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے البتہ شدھی تحریک میں آپ کا قلیدانہ کردار ہے جو رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جا سکتا۔

آپ کا سیاسی رعب و دبدبہ اور آپ کی خاندانی شرافت تھی، آپ حق گو تھے، وقت کے قد آور لیڈر اور بڑی بڑی باتیں کرنے والے آپ کے حق بیانی سے گھبراتے تھے۔

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں کہ: ''۱۹۶۰ء میں جب آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام کل ہندسنی اوقاف کانفرنس پریڈ گراؤنڈ دہلی میں منعقد ہوئی، اور ہم لوگ وفد کی

شکل میں زیر سایہ کل ہندسنی اوقاف کے ساتھ پرائم منسٹر پنڈت جواہر لال نہرو سے ملے اور بتایا کہ آج بھی ۹۰ رفیصد ملک میں سنیوں کی تعداد ہے اس کے باوجود آپ نے جمعیۃ العلما کو سنی اوقاف کا مالک بنا دیا، اس پر پنڈت جی نے کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ ہو گئے تھے، مگر جمعیۃ العلما ہمارے ساتھ تھی۔ آج ہماری حکومت میں کیسے انہیں نظر انداز کیا جا سکتا ہے ۔حضرت علامہ فرماتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ حضرت محسن ملت نے برجستہ فرمایا: ''نہرو جی! اگر آپ کا خیال ان کے متعلق اتنا ہی بلند ہے تو آپ نے کیوں نہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لیے آفس بنا دیا۔''

آپ ایک سچے عاشق رسول اور بہترین عالم دین بھی، اقبال کی فکر آپ کی فکر سے مستعار تھی، یہی وجہ ہے کہ اقبال نے قوم کو فکر عطا کیا، لیکن آپ نے عمل کے ذریعہ اونچے پرواز کی تعمیر نو کی، آپ نے پوری زندگی بے داغ سیاست کی اور گندی پالیسی سے خود کو دور رکھا اور دین کے نام پر سیاست کا سودا نہ کیا بلکہ ہمیشہ دین متین کی نصرت و مدد کی اور ملت حقہ کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔

ع زخم خوردہ اہل سنت کو یہ دیتے ہیں قرار
ایک مرہم بن گئی ہے محسن ملت کی ذات

قطعہ

فضل خدا پہ فیض نبوت پہ ناز ہے
ایک نائب نبی کی نیابت پہ ناز ہے
خدمات دیں الفت ملّت کو دیکھ کر
چھتیس گڑھ کو محسن ملت پہ ناز ہے

اقوال زریں

(۱) غم کی تاریک رات میں صدق دل سے مانگی ہوئی دعا خوشی کی صبح لاسکتی ہے۔

(۲) ناممکنات کبھی بھی ممکنات کا نعم البدل نہیں ہوسکتی۔

(۳) رقابت کا معمولی سا شعلہ محبت کی زرخیز مٹی کو جلا کر نا قابل کاشت بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(۴) دنیا کے کھیلوں میں سے سب سے مشکل کھیل جان پر کھیلنا ہے۔

(۵) ایک معمولی سی سوئی ایک کپڑا سی سکتی ہے تو معمولی سے الفاظ جو محبت وخلوص میں ڈوبے ہوئے ہوں وہ شق دل کو جوڑ بھی سکتے ہیں۔

(۶) خیرات مال میں اضافہ کرتی ہے۔

اک مسافر کو زاد سفر چاہیے — یعنی انسا میں علم وہنر چاہیے
رہبری قوم کی کام آساں نہیں — پاس حامد علی سا جگر چاہیے

قطعہ

یاد سے ان کے دلوں کو شاد رکھا جائے گا
یوں عشق کی دنیا کو آباد رکھا جائے گا
محسن ملّت کے دینی خدمت کے عوض
محسن ملّت کو صدیوں یاد رکھا جائے گا

حضرت محسن ملّت پر کیے گئے خدمات کا اجمالی جائزہ

مولانا سبطین رضا ہاشمی رائے پور (چھتیس گڑھ)

اک چراغ رہبری ہے محسن ملّت کی ذات
روشنی ہی روشنی ہے محسن ملّت کی ذات

حضرت محسن ملّت مولانا شاہ حامد علی فاروقی، سلطان العارفین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے صاجزادے حضرت نصیر الدین سے سولھویں پشت میں اور بابا فرید سے سترہویں پشت میں خاندان فاروقی کے وہ چراغ تھے، جس کی روشنی سے ہمیشہ ایک عالم فیض پاتا رہے گا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کی برکتوں کو لے کر آپ ۱۹۱۹ء میں چھتیس گڑھ میں تشریف لائے اور پورے علاقے کا دورہ فرما کر ہر جگہ آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی بنیاد ڈالی۔ آپ ہی کا یہ فیضان ہے کہ آج پورا چھتیس گڑھ اولیائے کرام کے درباروں سے جڑا ہوا ہے۔ آپ نے پورے علاقے میں جس طرح دین کی خدمت کی اور اردو کے فروغ کے لیے کوششیں کیں اس کے مطابق نہ تو آج تک کوئی کام ہوا ہے اور نہ ہی لوگوں نے اس طرف کوئی توجہ دی۔ علاّمہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ہماری جماعت کی نہایت بلند شخصیت تھی۔ وہ اپنے ایک مضمون میں اس سلسلہ میں روشنی ڈالتے ہوئے بڑے افسوس کے ساتھ لکھتے ہیں کہ: ''ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا جیسی ہمہ گیر اور عظیم شخصیت پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب صوبۂ متوسطہ میں بیٹھ کر اسلام وسنّیت کی جوجوت جگائی اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا''۔ یقیناً یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج کل چلتے پھرتے لوگوں کے بارے میں لوگ کیا کیا لکھ جاتے ہیں، مگر محسن ملّت جیسی عظیم وجلیل القدر ہستی پر جتنا کام ہونا چاہیے تھا ابھی تک نہیں ہوسکا۔

آج میں اپنی اس تحریر میں حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ پر آج تک جو کچھ ہوا ہے اس کی ایک مختصر روداد آپ قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں تا کہ آنے والے مؤرخین کے لیے وہ مشعل راہ بن سکے۔ آئندہ اگر کوئی صاحب قلم حضرت کی ذات پر کچھ لکھنا چاہے تو ان کے لیے اس مضمون سے ایک فہرست مل جائے گی۔

حضرت محسن ملّت کی سوانح حیات کو مختصر لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی پیدائش ضلع الہٰ باد کے ایک موضع قاضی پور چندہا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے حافظ عبدالرزاق صاحب امام مسجد چندہا سے حاصل کی، پھر فرنگی محل لکھنؤ پہونچے، وہیں سے بریلی شریف چلے گئے۔ (بحوالہ قلمی:۔ جانشین محسن ملّت مولانا محمد علی فاروقی) وہاں سے تعلیم مکمل کر کے آپ اجمیر معلیٰ پہونچے۔ کہتے ہیں کہ وہاں مراقبہ ومشاہدہ اور استخارہ کے ساتھ عبادت وریاضت کے کئی مراحل طے کرنے کے بعد خواجہ غریب نواز کے فیوض وبرکات لیے ہوئے ان کے ایک خاموش اشارہ پر چھتیس گڑھ تشریف لائے۔ آزادئ ہند کی لڑائی کے بغاوت کے جرم میں ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۲۴A کے تحت آپ جیل بھیج دیے گئے، جہاں ۱۲ دسمبر ۱۹۲۳ء تک آپ جیل میں رہے۔ جیل سے چھوٹتے ہی آپ نے مدھیہ بھارت کے پورے علاقے کا طوفانی دورہ فرمایا۔ یہاں کی پسماندگی اور جہالت سے آپ بیحد فکر مند ہوگئے۔ بالآخر آپ نے اردو کی ترقی اور یتیموں کے تعلیمی مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ایک یتیم خانہ کی ۱۹۲۴ء میں بنیاد ڈالی۔ سیاسی طور پر آپ کو ملک کے پہلے وزیر اعلیٰ پنڈت جواہر لعل نہرو جی سے بڑی قربت تھی۔ پنڈت نہرو جی پارلیامانی انتخاب کے لیے پھولپور سے کھڑے ہوتے تھے، وہ آپ کا ہی علاقہ تھا، اسی لیے آپ ان کے الیکشن انچارج ہوا کرتے تھے۔ اور وہ بھی آپ کے سیاسی تدبر، دوراندیشی اور مدبرانہ حکمت کے دل سے قائل تھے۔ آزادئ ہند کے بعد جب لوگ پاکستان وغیرہ بھاگ رہے تھے اس وقت آپ ہی کی ذات تھی جنھوں نے لوگوں کو روکنے

میں زبردست قربانی دی۔ آپ کی کوششوں سے کئی جگہ اردو کے اسکول کھولے گئے، گاؤں دیہات میں آپ نے مدرسہ کھلوا کر دینی اور دنیاوی تعلیم کا زبردست انتظام فرمایا۔ آج اردو کا جو بول بالا نظر آ رہا ہے اس میں آپ کی اور آپ کے جانشینوں کی زبردست قربانی ہے۔ آپ کی ذات اقدس زبردست قربانی، دن رات کی محنت، ہر وقت قوم کے لیے بے چین و بے قرار اور ہر لحہ تعلیم کے لیے دوڑ دھوپ سے زیر غور ہے۔ ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء بمطابق ۲۶ محرم ۱۳۸۸ھ کو یہ علم وعمل کا آفتاب جس نے اپنی کرنوں سے گھر گھر اجالا کیا، ہمیشہ کے لیے ہم سے روپوش ہوگیا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

خدا کی رحمتیں ہوں امیر کارواں تجھ پر یہ ہے آپ کی زندگی کا اجمالی خاکہ۔ اب میں آپ پر کیے گئے خدمات پر روشنی ڈالوں گا۔ تا کہ آنے والے مؤرخ کے لیے کچھ آسانیاں فراہم ہو جائیں۔ حضرت محسن ملّت ہر سال عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کے موقع پر قوم کو بیدار کرنے کے لیے ایک اشتہار ضرور نکالتے تھے۔ جس میں حالات حاضرہ پر آپ کا بے لاک تبصرہ ہوتا تھا۔ آپ یہ اشتہار ۱۹۳۲ء سے برابر نکالتے چلے آ رہے تھے۔ اور آج بھی وہ اشتہار ہر سال اسی شان وشوکت کے ساتھ نکلتا ہے۔ بلکہ میں تو یہاں تک لکھنے کو تیار ہوں کہ شاید ہندوستان کا کوئی پرچہ ایسا ہوگا جو لگاتار ۱۹۳۲ء سے آج تک قوم کی مسلسل رہنمائی کر رہا ہوگا۔ وہ اشتہار آج بھی نبیرۂ حضور محسن ملّت حضرت مولانا محمد علی فاروقی صاحب سابق لکچرار R.S.S. یونیورسٹی رائے پور کی سرپرستی میں نکل رہا ہے اس کا دعوت فکر اتنا وسیع اور بلند ہوتا ہے کہ ڈاکٹروں اور وکیلوں کے دفتروں تک لوگ بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔

حضرت محسن ملّت کے وصال کے بعد آپ کے لائق وفائق شہزادے اور آپ کے جانشین حضرت مولانا فاروق علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ نے حضرت کی سوانح حیات کا وسیع

منصوبہ تیار کیا۔ اس سلسلہ میں آپ دسمبر ۱۹۶۸ء میں عیدالفطر کے موقع پر مدرسہ سے نکلنے والے اشتہار میں ان کی زندگی پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"انہوں نے کس عزم وہمت، استقلال وجرأت اور جدجہد سے کاموں کو انجام دیا۔ اس کا جیتا جاگتا ثبوت آپ کے سامنے یتیم خانہ ہے اور یتیم خانہ کے پڑھے ہوئے بچے ہیں، جو پورے علاقے میں علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔ اور جب تک مسلمان موجود ہیں یہ روشنی انشاءاللہ پھیلتی رہے گی"۔

آپ کے مشن پر روشنی ڈالنے سے پہلے آپ کا ابتدائی سوانحی خاکہ جس طرح سے آپ نے کھینچا، اس سے حضرت کی انشاپردازی اور ان کے ادب وصحافت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔"

آپ تحریر فرماتے ہیں ۱۹۲۰ء کا پرآشوب زمانہ جبکہ ہندوستان انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو رہا تھا اور آزادی کی تڑپ ہر ہندوستانی کے دل میں سسکیاں لے رہی تھیں۔ ایسے میں چھتیس گڑھ جیسے پسماندہ حصے کے ضلع بلاسپور کے ایک چھوٹے سے مقام اکلترا کے اسٹیشن پر ایک مسافر اترا۔ جس کا نہ کوئی سنگی ہے اور نہ کوئی ساتھی، اس علاقے سے بالکل انجان، بیضاوی چہرا، جس پر جوانی کی ریکھیں نکل رہی تھیں۔ حسن وخوبصورتی، تندرستی وتوانائی کا مظہر، چوڑی پیشانی، جس کے چہرے سے وقار ٹپک رہا ہے، سر پر عمامہ، جسم پر شیروانی اور چوڑی دار پائجامہ، ایک بکس اور ایک بستر اور کچھ کتابیں، جس کا اثاثہ ہے، کمبل کے کاروبار کا بیوپاری، نمونہ کا ایک چھوٹا سا بنڈل ساتھ لیے ہوئے گاؤں میں داخل ہوا۔ یہی ہمارے محبوب مذہبی اور سیاسی رہنماء اور بانی مسلم یتیم خانہ حضرت مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ کی ابتدائی تصویر"۔

یہ ہے حضرت محسن ملّت پر لکھی جانے والی سب سے پہلی تحریر۔ جس سے حضرت کی بلند قامت شخصیت کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ ان کی حیات مقدسہ پر روشنی ڈالنے کے بعد

حضرت جانشین محسن ملّت ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔ سوانح حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ پر حضرت فخرالاولیا مولانا فاروق علی صاحب فاروقی نے نہایت جامع اور ٹھوس منصوبہ ضرور بنایا مگر آپ کی زندگی نے زیادہ وفا نہیں کی۔ حضرت کے وصال کے بعد ہی آپ دائم المریض بن گئے اور پھر ۳۰ جولائی ۱۹۶۹ء کو آپ نے اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔ اس طرح وہ منصوبہ شرمندۂ تکمیل ہونے سے رہ گیا۔ آپ کے بعد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رفاقتی صاحب جو امین شریعت حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے علما کا اختصار کے ساتھ تعارف کروایا ہے۔ سوانح حضرت محسن ملّت کے سلسلہ میں یہ دوسری کڑی ہے۔ پھر اسی کو بنیاد بنا کر پروفیسر مجیداللہ قادری پاکستان اور مولانا محمد صادق قصوری پاکستان نے تذکرۂ خلفاء اعلیٰ حضرت جو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں آپ کی حیات مقدسہ پر روشنی ڈالی گئی۔ یہ آپ کی سوانحی تذکرہ میں تیسری تحریر تھی۔ ان کے بعد جانشین محسن ملّت حضرت مولانا محمد علی صاحب فاروقی صاحب مدظلہ العالی کا ایک مکمل مضمون سامنے آتا ہے، جو ماہنامہ استقامت کے اولیاء نمبر دوم جنوری، فروری ۱۹۷۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ یہ گویا حضرت محسن ملّت پر ایک تفصیلی مضمون تھا، جس میں آپ نے اپنے جدامجد کا انتہائی حسین انداز میں اس طرح خاکہ کھینچا کہ پڑھنے والا خود کو ایک انقلابی دنیا میں محسوس کرنے لگتا ہے۔ آپ نے جس وقت یہ مضمون تحریر کیا وہ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کی ابتدائی زندگی کا مضمون ہے۔ مگر قلم کی روانی، الفاظ کی شان وشوکت اور مضمون کی بندش میں جو کمال ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کا یہ مضمون اتنا جاندار ہے کہ پڑھتے پڑھتے قاری ایک دوسری دنیا میں کھو جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت محسن ملّت پر ۱۴۴ ورق کی کتاب نظر آتی ہے، جو جانشین محسن ملّت کے سحر انگریز قلم کا اچھوتا نمونہ ہے، جسے آپ نے ۱۹۸۵ء میں مرتب فرمایا۔ اگر اس کتاب کا نام صرف"

حضرت محسن ملّت'' کے بجائے ''حضرت محسن ملّت اکابرین کی نظر میں'' ہوتا تو بہتر تھا۔ کیونکہ اس کتاب میں دنیائے اسلام کے عظیم اکابرین کے ارشادات اوران کی تحریریں ہیں۔خصوصاً خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملّت، شیخ المشائخ سرکارکلاں، جانشین اعلیٰ حضرت ریحان ملّت صاحب سجادہ بریلی شریف، تاج العلماء قاضئ اسلام حضرت مولانا اختر رضا خان صاحب ازہری، امین شریعت حضرت سبطین رضا خان صاحب، مبلغ اسلام حضرت علاّمہ ارشدالقادری، پاسبان ملّت حضرت علاّمہ مشتاق احمد نظامی، حضرت مولانا مظفر حسین کچھوچھہ شریف ممبر آف پارلیامینٹ جیسی عظیم وجلیل ہستیوں کی تحریر نے اس کتاب کو تاریخی دستاویز بنادیا ہے۔ اس کے علاوہ ''مدھیہ بھارت کا عظیم مسیحا'' کے نام ہندی میں بھی حضرت جانشین محسن ملّت مولانا محمد علی فاروقی صاحب کی کتاب مقبول عام ہوکر گھروں گھر پہونچ چکی ہے۔اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ادھر چند سالوں میں اس کے آٹھ اڈیشن نکل چکے ہیں۔اور ہر اڈیشن کی تعداد تین ہزار سے زائد ہی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ آپ نے چالس سے زائد کتابیں لکھیں۔ان تمام کتابوں میں کہیں نہ کہیں اور کچھ نہ کچھ حضرت محسن ملّت کا تذکرہ ضرور موجود ہے۔حضرت جانشین محسن ملّت کی تحریر کے بعد حضرت مولانا قمرالزماں صاحب مصباحی پروفیسر محسن ملّت طبیہ کالج کی کتاب ''محسن ملّت علماء کی نظر میں'' اور پھر ''معارف محسن ملّت'' اور ''مناقب محسن ملّت کے سامنے آئی، جودراصل حضرت فخرالاولیاء کے چھوٹے اور جانشین محسن ملّت کے برادراصغر حضرت مولانا اکبر علی صاحب فاروقی کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔حضرت مولانا اکبر علی صاحب ایک بیدار مغز، دوراندیش اور متحرک ہستی کا نام ہے۔آپ نے طبیہ کالج کو جس طرح ترقی دی ہے وہ آپ کی فکری جدوجہد کا آئینہ دار ہے۔

(جس کی بنیاد غالباً ۱۹۸۹ء میں جانشین محسن ملّت مولانا محمد علی فاروقی صاحب کے سربراہی میں ایک فیملی کمیٹی کے ذریعہ ڈالی گئی تھی۔اس وقت وہ صرف کاغذ تک محدود تھی، مگر جانشین

محسن ملّت کی سرپرستی میں وہ کارواں آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ مفکر اسلام حضرت مولانا اکبر علی صاحب فاروقی کی دن رات کی محنت وجانفشانی کی وہ منہ بولتی تصویر بن گئی۔حضرت محسن ملّت پر مولانا قمرالزماں صاحب مصباحی پروفیسر محسن ملّت طبیہ کالج نے تحریری کارواں کو آگے بڑھانے میں ایک خاص کردار ادا کیا۔آپ نے ''محسن ملّت علماء کی نظر میں'' لکھ کر اس کام کو آگے بڑھایا۔ آپ کی اس کتاب کی اصل بنیاد جانشین محسن ملّت کی کتاب ''حضرت محسن ملّت'' ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنی دوسری کتاب ''معارف محسن ملّت'' میں اسی کتاب کا پورا ایک مضمون حضرت مولانا محمد علی صاحب فاروقی کے نام سے شائع کی مگر کہیں حوالہ نہیں دیا۔ کہتے ہیں کہ ''قمر درعقرب'' کی منزل بڑی پرکٹھن ہوتی ہے۔اس منزل سے نکلنے کے بعد ممکن ہے کہ لکھنے والے کو اس کا احساس ہوکہ حوالہ دینے سے کتاب کتنی مستند ہوجاتی ہے۔حتیٰ کہ مفکر اسلام حضرت مولانا اکبر علی فاروقی کا بھی کوئی مضمون اس کتاب میں شامل نہیں، اور نہ ان کا کوئی انٹرویو ہی لیا گیا۔اس وقت حضرت محسن ملّت کے چھوٹے شہزادے محمود علی فاروقی صاحب (ڈسٹرکٹ جج) اوران کے داماد عالیجناب معین الدین فاروقی (فوڈ کنٹرولر) باحیات تھے۔اگر ان دونوں مرحوموں سے اس سلسلہ میں رابطہ کر کے ''معارف محسن ملّت'' کو مرتب کیا جاتا تو شاید حضرت کی زندگی کے کچھ اور پہلو سامنے آتے۔ جو قوم کے لیے کارگر ثابت ہوتے۔

آپ نے اس کتاب میں ایک فاش غلطی یہ کی کہ حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کو حضرت بابا فرید گنج شکر کی تیسری پشت بتایا، جبکہ تاریخ کا ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ بابا فرید سلطان الشمس (۶۰۷ھ مطابق ۱۲۱۱ء تا ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۶ء) کے دور کے بزرگ ہیں اور حضرت محسن ملّت کی ولادت ۱۸۸۹ء میں ہوئی، عقلی ونقلی ہر اعتبار سے اتنے سوسال میں صرف تین پشت کا پایا جانا ناممکن ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ کچھ اور بھی رسائل وپمپلیٹ اور اخباری مضمون ہیں جو تقریباً سبھی آپ پر لکھی گئی مشہور کتاب ''حضرت محسن ملّت'' کی کتاب کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں عالیجناب مرحوم محمود علی فاروقی صاحب (ڈسٹرکٹ جج) کے داماد ڈاکٹر افضال الحق صاحب (سی۔ایم۔او) کا بھی ایک مضمون ماہنامہ اشرفیہ کی زینت بن چکا ہے۔

یہ بھی خبر ہے کہ حضرت محسن ملّت'' کے مشن کو مزید طاقتور بنانے کے لیے جانشین محسن ملّت مولانا محمد علی صاحب فاروقی نے ایک وسیع منصوبہ تیار کیا ہے۔ خصوصاً حضرت محسن ملّت'' پر ضخیم کتاب جو کئی سو صفحات پر مشتمل ہوگی، جس میں آپ کی مذہبی زندگی، سیاسی تدبر، ملکی سیاست، آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ۔ سنی جمیعۃ العلماء کے ساتھ آپ کی تعلیمی وتدریسی سرگرمیوں پر تفصیلی روشنی ہوگی۔ اگر یہ کتاب تیار ہو کر مارکیٹ میں آگئی تو چھتیس گڑھ کی ایک عظیم تاریخ محفوظ ہو جائے گی۔ خدا کرے مصروفیتوں کے ہجوم میں انہیں اس پر کام کرنے کا موقعہ مل جائے۔ جس کی تمنا ہمارے تمام اکابرین سے لے کر اصاغرین تک کو ہے۔

نوٹ۔ محسن ملّت پر کیے گئے خدمات کا اجمالی جائزہ کے مضمون کا یہ حصّہ جو قوسین میں ہے اصل مضموں میں شامل تھا مگر اڈیٹر چشمہ اردو نے اسے محسن ملت نمبر میں کیوں نہیں چھاپا، جبکہ یہ گورنمنٹ کا رسالہ سے جو اردو اکیڈمی رائے پور سے شائع ہوتا ہے۔ اسی کے خصوصی شمارہ محسن ملّت نمبر جولائی تا اگست ۲۰۱۳ء کے لیے یہ مضمون تیار کیا گیا تھا۔ مگر قوسین کا یہ حصّہ شائع کرنے سے کیوں روک دیا گیا؟ یہ اب تک راز ہے۔

منقبت درشان حضرت محسن ملت

قاری عبدالصمد صاحب حامد رائے پوری

درخواجہ کا اک روشن ستارہ محسن ملت — شہ غوث الوریٰ ہے وہ پیارا محسن ملت
مچادی کھل بلی ایوان باطل کے مناروں میں — گرج وہ شیر حق کی ہے وہ نعرہ محسن ملت
ہوئے سیراب کتنے تشنگان علم وفن جس سے — وہ دریا محسن ملت وہ دھارا محسن ملت
وہ جس کو دیکھ کے بابا فریدالدین یاد آئیں — وہ جلوہ محسن ملت وہ چہرہ محسن ملت
جوان کا چاہنے والا کسی آفت میں پھنس جائے — نہیں کرتے کسی صورت گوارہ محسن ملت
بکھرنے پھر لگا ہے قوم وملت کا یہ شیرا — چلے آؤ چلے آؤ خدارا محسن ملت

مجھے امید ہے حاؔمد مصیبت ساری ٹل جائے
اگر اک بار جو کر دیں اشارہ محسن ملت

<u>مشعل راہ ہدایت محسن ملّت کی ذات</u> — **ڈاکٹر اسمائیل فاطر مظفر پوری**

مشعل راہ ہدایت محسن ملّت کی ذات — جان ملّت شان ملّت محسن ملّت کی ذات
پورے چھتیس گڑھ میں تیرے فیض کا دریا رواں — رہبر دین وشریعت محسن ملّت کی ذات
اعلیٰ کے مشن کے ترجماں تھے بالیقیں — اہل سنت کی عقیدت محسن ملّت کی ذات
کتنے حافظ اور قاری آپ نے پیدا کےء — پاسبان دین وسنت محسن ملّت کی ذات
دین کی شمع جلائی کفر کے طوفان میں — قاطع کفر وضلالت محسن ملّت کی ذات
جس طرف دیکھئے علم کی ضوپاشیاں ہے — ضیاء علم وحکمت محسن ملّت کی ذات

مدھیہ بھارت کے لیے فاطر یقیناً دیکھئے
ہے خدا کی خاص کی رحمت محسن ملّت کی ذات

ابتدائیہ

مولانا محمد علی فاروقی مہتمم مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ رائے پور

(۱۴رصفرالمظفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۳رجولائی ۱۹۹۵ء)

(نوٹ۔خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت محسن ملت پر سب سے پہلی کتاب جسے جانشن محسن ملّت نے مرتب فرمایا، وہ ہے''حضرت محسن ملّت''اسی کتاب سے یہ مضموں لیا گیا ہے۔اڈیٹر)

مجاہد بنگال سراج الدولہ اورشیر دکن ٹیپوسلطان کی شہادت کے بعدانگریزوں نے پورے ہندوستان کواپنا غلام سمجھ لیا۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورے ہندوستان کے حکمراں بن کرظلم وستم کی قہر مانی طاقتوں کے علمبر دارنظر آنے لگے۔جگہ جگہ ہندوستانیوں کا ظالمانہ اورسفا کانہ قتل عام اور عیسائیت کی ترویج واشاعت ان کا اصل مقصد بن گیا۔اس سلسلے میں پادری ایڈمنڈ کے اس گشتی مراسلہ سے ان کے ناپاک ارادوں اورخطرناک عزائم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جسے اس نے ۱۸۰۰ء میں متعددلوگوں کے پاس خصوصاً سرکاری ملازمین کوبھیجا تھا۔

''اب تمام ہندوستان میں ایک علمداری ہوگئی ہے۔تاربرقی سے سب جگہ کی خبریں ایک ہوگئیں۔ریلوے سے سب جگہ آمد ورفت ایک ہوگئی۔ مذہب بھی ایک چاہئے۔اس لیے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہوجاؤ۔''

(اسباب سرکشئی ہندوستان بحوالہ باغئی ہندوستان صفحہ۲۱۳)

ایک طرف انہوں نے سارے ہندوستان کوجبراًوقہراًعیسائی بنانے کا شیطانی منصوبہ تیار کیا تو دوسری طرف اپنے زرخرید غلاموں کے ذریعہ اپنی حکومت کی حفاظت وصیانت کوفرض قراردلوا کراپنے خلاف نفرتوں کے بھڑکتے شعلوں کوٹھنڈا کرنے کا فرعونی منصوبہ تیار کیا۔جیسا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے سوانح نگاروں نے اس حقیقت کا برملا اظہار کیا کہ

جب بھی حکومت برطانیہ پر آنچ آئی یہ لوگ اس کے تحفظ کے لیے میدان میں اتر پڑے۔تیسری طرف انگریزوں نے نہایت چالاکی اور دور اندیشی سے ایسی حکمت اپنائی کہ جو مجاہدین اسلام انگریزوں کے تخت وتاج کو کھلے عام للکاررہے تھے انہیں سیداحمد بریلوی کی قیادت میں سکھوں سے لڑواکر مسلمانوں کی عسکری قوت کوطویل عرصے کے لیے توڑ دیا۔جس کے نتیجے میں تاریخ کا وہ شرمناک حادثہ معرکۂ بالاکوٹ رونما ہواجس نے غلامی کے سایہ کومزید دراز کردیا۔

پے درپے شکست اور لگا تار ناکامیوں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کردیئے اورکفرو شرک کے علمبرداروں کونہایت جری اور بے باک بنا دیا جس کے نتیجے میں پورے بھارت میں خون مسلم کی ارزانی، غیرت وحمیت کے پیکروں کی تباہی اورقوم وملّت کے ہونہاروں کی بربادی نے وہ رنگ دکھایا کہ ہندوستان کی دھرتی خون مسلم سے رنگین نظر آنے لگی۔ ہرطرف تباہی وبربادی کی قہرمانی طاقتیں رقص کرنے لگیں۔مصائب ومشکلات کی تاریکیاں شب دیجور کی ظلمتوں کوشرمانے لگیں اور مسلمانوں کواپنا دین وایمان بچانا مشکل ہوگیا۔ان کی عزت وآبرو کے لالے پڑ گئے۔جومسلمان کسی طرح عیسائیت کے دلدل میں پھنسنے کے لیے تیارنہیں تھے انہیں اوران کی پوری نسل کو برباد کرنے کے لیے شدھی کی بھٹّی سلگائی گئی تاکہ اس آندولن کے سہارے اسلام اورمسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے۔شدھی آندولن آندھی اورطوفان کی طرح اٹھا اور سارے بھارت پر چھا گیا۔دیکھتے ہی دیکھتے سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان دین وایمان کی دولت لازوال سے محروم ہونے لگے۔ان کا ایمانی وجود خطرے میں پڑ گیا۔اس سلسلے میں تاجدار اہلسنت ،شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے اس بیان سے نزاکت وقت اور بربادئ مسلم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جسے دبدبۂ سکندری نے ۲۹رجنوری ۱۹۲۳ء کو شائع کیا تھا۔جس میں ساڑھے چارلاکھ مسلمانوں کے ارتداد کی وحشت ناک رپورٹ تھی۔

ایک طرف مسلسل ناکامی، دوسری طرف فتنۂ ارتداد کی آندھی اور تیسری طرف تقسیم ہند کا قیامت بدوش حادثہ جس نے پوری مسلم قوم کو عجیب مایوسی اور کسمپرسی کی حالت میں پہنچا دیا۔اس وقت نہ صرف مایوسیوں کے اندھیروں میں یہ بھٹکنے لگے بلکہ تقسیم ہند اور تشکیل پاکستان کی سزا تو آج تک بھگتے چلے آرہے ہیں۔جبکہ تاریخ کا اپنا فیصلہ کچھ اور ہے اور تاریخ کی نگاہ اس حادثہ میں کسی اور کے دامن پر خونی دھبہ دیکھ رہی ہے۔جیسا کہ ایچ ایم سیروائی جو خود ایک عظیم محقق اور قانون داں ہیں ،انھوں نے اپنی کتاب ''پارٹیشن آف انڈیا لیجینڈ اینڈ ریلیٹی'' میں اس تعلق سے روشنی ڈالتے ہوئے تاریخ کی اس حقیقت کا برملا اظہار کیا ہے کہ تقسیم کے اصل ذمہ دار گاندھی،نہرو اور پٹیل تھے،جنھوں نے کیبنٹ مشن پلان کو صرف اس لیے ناکام کیا کہ اگر وہ پلان منظور ہو جاتا تو ہندوستان تقسیم کے دردناک حادثہ سے بچ جاتا۔ان کی یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی اور پھر ۱۹۹۰ء میں دوسری بار اور اب تیسری بار ۱۹۹۴ء میں شائع ہو کر حقیقت کے متلاشیوں کے لیے روشنی کا مینارہ بن چکی ہے۔

نہرو جی، گاندھی جی اور پٹیل کے ساتھیوں میں کانجی دوارکا داس بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔انھوں نے بھی اپنی کتاب میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کرنے کے اصل ذمہ دار جناح نہیں بلکہ گاندھی، نہرو اور پٹیل تھے۔ان کی اس کتاب کا اردو ترجمہ محمد علی جناح کے نام سے شہاب الدین دسنوی نے کیا جسے علمی مجلس دہلی نے شائع کیا۔

مگر اس مایوس کن اور ہمت شکن ماحول میں چند نفوس قدسیہ اٹھیں جنھوں نے ایک طرف اپنے لہو سے عشق و عرفان کا چراغ جلایا اور اپنے کردار و عمل سے قوم کی پست ہمتی، پژمردگی اور کاہلی و سستی کو اولوالعزمی، بلند ہمتی اور غیرت و حمیت کی نئی چنگاری سے روشناس کرایا اور دوسری طرف باطل پرستوں کے سورماؤں کو للکار کر شدھی آندولن کے امنڈتے ہوئے طوفانوں کا رخ پھیرا۔مسلم

قوم کو نئی گھن گرج اور ایمانی جذبات سے سرشار کر کے پھر میدان عمل میں لا کھڑا کیا۔

اس سلسلے میں بریلی کے تاجدار مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت کا فولادی کردار اور ایمانی للکار نیز ان کے خلفاء و تلامذہ کے تاریخ ساز کارناموں نے حالات کا جس طرح رخ بدلا اور باطل پرستوں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر انہیں اپنی ناکام حسرتوں کی تعفن زدہ لاش اپنے کاندھوں پر اٹھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا۔وہ مجاہدانہ کردار و عمل کی وہ ایسی تاریخ ہے جس کی ضیا پاش کرنوں میں صدیوں قافلے رواں دواں رہیں گے اور ہر دور میں باطل پرستوں کو للکارنے والا گروہ ابھرتا رہے گا۔ باطل پرستوں کے سازشی جال کو توڑ کر اور فکر و نظر کو اسلامی کردار و عمل کے سانچے میں ڈھال کر تاریخ کا دھارا موڑنے والی ان عظیم شخصیتوں میں حضرت محسن ملّت خلیفہ اعلیٰ حضرت علاّمہ الحاج شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی کی ذات گرامی ایثار و قربانی، اولوالعزمی و بلند ہمتی، محنت و جفاکشی ، دور اندیشی و روشن ضمیری کا وہ سنگم ہے جس نے علاقہ چھتیس گڑھ کو سنوارنے اور نکھارنے میں عظیم کردار ادا کیا۔

جس وقت شدھی آندولن کی تحریک گلشن اسلام کو پائمال کرنے اور اس کی روشنی کو مٹانے کے لیے اٹھی تو آپ کی ذات سد سکندری بن کر آگے بڑھی اور ان کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر قوم مسلم کی حفاظت و بقا کا جو انتظام فرمایا اس نے مدھیہ بھارت کی تاریخ ہی بدل دی۔جس کی ضیاء پاش کرنوں سے آج بھی مجاہدانہ کردار و عمل اور سرفروشانہ للکار کی روشنی پھوٹ رہی ہے۔

جب سات سمندر پار سے آئے ہوئے تن کے گورے مگر من کے کالے انگریزوں نے ہماری مقدس دھرتی کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا ناپاک منصوبہ بنایا جسے ناکام بنانے کے لیے بنگال سے سراج الدولہ، دکن سے شیر میسور ٹیپو سلطان اور دہلی سے مغلیہ تاجدار کے آخری چراغ بہادر شاہ ظفر نے حکومت و زندگی داؤ پر لگا دی۔وقتیہ طور پر کچھ غداروں کی وجہ سے انگریز کامیاب تو

ضرور ہو گئے مگر جلد ہی ان مجاہدین آزادی کا خون رنگ لایا اور پورا ہندوستان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر حضرت محسن ملّت نے جو کردار ادا کیا اور جیل کی تاریک کوٹھریوں میں بیٹھ کر عشق وایمان کی توانائی کے ساتھ آزادیٔ ہند کا جو منصوبہ تیار کیا وہ تاریخ آزادی کا بہترین کردار ہے ۔جس پر آنے والا مورخ ہمیشہ عقیدت ومحبت کے موتی نچھاور کرے گا۔

جب کچھ ہندوستانیوں کی غلطیوں سے ہندوستان تقسیم ہو گیا، جس کے نتیجے میں پاکستان، بنگلہ دیش اور حیدر آباد جانے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ اس موقع پر ان مہاجرین کو روکنے اور انہیں دلا سا دینے، ان کی ڈھارس بندھوانے اور ان کی پژمردہ روحوں کو ایمانی توانائی اور اسلامی للکار کی گھن گرج سے روشناس کروانے میں آپ نے جس عزم واستقامت اور استقلال و پامردی کا جلوہ دکھایا اس کی عطر بیز نکہتوں سے آج بھی یہ علاقہ مہک رہا ہے۔

۲۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو جب بابری مسجدوں میں تالا پڑا اور اذان ونماز کی صوت سرمدی اور نغمۂ ایمانی سے محروم کر کے پوری ملّت اسلامیہ کو مستقل طور پر برباد کرنے کا باطل پرستوں نے ٹھوس اور طویل میعاد منصوبہ تیار کیا اس موقع پر بھی آپ کا جو کردار سامنے آیا وہ پوری قوم کے لیے لمحۂ فکر یہ ہے اور آج بھی وہ پیغام ہمیں مستقبل کے اٹھنے والے فتنوں سے ہوشیار کر رہا ہے۔

ایسی عظیم وجلیل اور تاریخ ساز ہستی پر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی جا سکی جس پر مبلغ عرب وعجم، رئیس القلم علاّمہ ارشد القادری صاحب نہایت قلق واضطراب کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

ہمیں نہایت قلق ہے کہ مولانا جیسی ہمہ گیر اور عظیم شخصیت پر جس نے نصف صدی تک ہندوستان کے قلب صوبہ متوسطہ میں بیٹھ کر اسلام وسنیت کی جو جوت جگائی اس پر ہمارے کسی صاحب قلم نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔

پھر حضرت علاّمہ کی فرمائش پر میں نے بزرگان اہل سنت سے رابطہ قائم کیا اور ان کی نگارشات کو جمع کرنا شروع کیا۔ آج وہی نگارشات آپ کے پیش نظر ہیں۔ ہونا تو چاہیے تھا کہ اسے

کئی سال پہلے منظر عام پر آجانا چاہیے تھا مگر مصروفیتوں کے ہجوم میں اور کچھ بے توجہی کی وجہ سے دیر پر دیر ہوتی رہی۔ آج بفضلہٖ تعالیٰ مدھیہ بھارت کی اس عظیم ہستی کا پہلا تعارف آپ کے سامنے ہے جس میں ہر مضمون کے سامنے قلم کار کا نام تحریر ہے۔ آخر میں چند مضامین ایسے بھی ہیں جو کسی خاص گوشے سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں حسب ضرورت میں نے مختلف موقع پر کبھی رسالہ کے لیے کبھی کلنڈر کے لیے اور کبھی کسی فرمائش پر قلمبند کیا تھا۔ وہ میرا اپنا مضمون ہے۔ یہ نقش اول ہے۔ جلد ہی مستقل سوانح حیات کا پروگرام ہے۔ جس میں آپ کے ساتھ خاندان فاروقی کے عظیم وجلیل شخصیتوں کا تعارف خصوصاً سلطان العارفین حضرت بابا فریدالدین فاروقی گنج شکر، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہند شریف، سرخیل مجاہدین آزادی علامہ فضل حق فاروقی خیرآبادی اور اس طرح کی مایۂ ناز ہستیوں کی تاریخ، ان کے کارنامے اور ان کے مقدس اثرات پر مشتمل وہ سوانحیات ایک تاریخی دستاویز ہوگی۔ ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات اور الطاف خسروانہ کی تفصیلات، حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی تعلیم وتربیت کی تجلیات، سید المشائخ امام العارفین سیدنا شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ، تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند، مخدوم الملّت، سید المحد ثین حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی نوازشات، برہان الملّت مفتی برہان الحق صاحب علیہ الرحمہ اور امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ کی رفاقت ومعیت کی تفصیلات ہوں گی۔ اس کے علاوہ مدرسہ کی مکمل تاریخ، آپ کے رفقاے کار، چھتیس گڑھ کی متعدد تنظیموں کی تاریخ اور آپ کا اس سے تعلق، علاقہ چھتیس گڑھ خصوصاً اہل رائے پور کے وہ زندہ دل اور عالی ہمت بزرگوں کا تذکرہ جنہوں نے آ کے شانہ بشانہ یہاں کی جہالت وتاریکی دور کرنے میں عظیم کردار ادا کیا۔ جن کے جلائے ہوئے چراغوں سے آج بھی چراغ پر چراغ جل رہے ہیں اور جن کے پھیلائے ہوئے اجالوں سے آج بھی تاریکیاں گھبرا رہی ہیں۔

حضرت محسنِ ملت ایک تعارف

مولانا محمد علی فاروقی

نوٹ :۔چھتیس گڑھ کے عظیم مسیح حضرت محسن ملّت پر ۱۹۹۵ء میں جانشن محسن ملّت نے کتاب شائع کی تھی اس کا نام ہے حضرت حضرت محسن ملّت ۔اسی سے یہ مضموں لیا جارہا ہے۔اڈیٹر

سرزمین ہند کے وہ مایۂ ناز علماے کرام جنہوں نے آندھیوں کی زد پر اسلام کا چراغ جلایا اور آلام ومصائب کے طوفان میں عظمت رسول کا پرچم لہرا کر تاریخ دعوت وعزیمت کا وہ لازوال نقش چھوڑا جس کی روشنی صدیوں مجاہدین ومبلغین اسلام کی راہوں کو منور ومعطر کرتی رہے گی۔ان عظیم و جلیل شخصیتوں میں گلشن فاروقیت کے گل سرسبد محسن ملّت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان کا نام نامی اسم گرامی ہمیشہ روشن وتابندہ رہے گا۔جن کی پوری زندگی قوم و ملّت کے لیے وقف تھی۔جن کے مجاہدانہ جاہ وجلال اور سرفروشانہ کردار وعمل کی چاندنی سے ایک جہاں فیض یاب ومستفیض ہوتا رہے گا۔

آپ کی ولادت ملک کے تاریخی شہر الٰہ آباد کے چھوٹے سے گاؤں چندھا میں ۱۸۸۹ء میں ہوئی ۔جہاں کسی وقت آپ کے آباؤ اجداد حرمین شریفین سے جہاد اور تبلیغ اسلام کا پرچم لیے ہوئے افغانستان ، ملتان ، دہلی ، لچھا گیر وغیرہ ہوتے ہوئے تشریف لائے اور پھر وہیں بود وباش اختیار کر گئے۔

خاندانی طور پر آپ سلطان العارفین، شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین گنج شکر سے ستر ہویں پشت میں تھے ۔حضرت بابا فریدالدین دنیائے عشق وعرفان کی وہ عظیم وجلیل شخصیت ہیں جن کے بارے میں شہنشاہ ہندوستان، سلطان الہند حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نائب وخلیفہ قطب الاقطاب حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کا کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا

تھا۔’’قطب بڑے شہباز کو دام میں لائے۔اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ ہوگا۔‘‘(دلّی کے بائیس خواجہ صفحہ۳۴)

بابا صاحب پر سلطان الہند سرکار غریب نواز کے الطاف خسروانہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ اور حضرت قطب صاحب اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں بابا فرید چلّہ میں تشریف فرما تھے۔اس وقت حضرت بابا فرید اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ آپ ان کے احترام کے لیے اٹھ بھی نہیں سکے۔اس لیے وہیں با چشم پرنم آپ نے سر نیاز زمین پر رکھ دیا۔ بابا صاحب کا یہ حال دیکھ کر خواجہ صاحب نے قطب صاحب سے فرمایا۔’’اے قطب ! کب تک اس بے چارہ کو مجاہدہ میں گھلاؤ گے۔آؤ اسے کچھ عطا کریں۔‘‘ یہ کہہ کر ایک طرف خواجہ پاک نے اور دوسری طرف سے حضرت قطب صاحب نے آپ کو پکڑ کر کھڑا کیا۔پھر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔

’’خدایا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش پر پہونچا‘‘ غیب سے ندا آئی:’’ہم نے فرید کو قبول کیا، یہ وحید عصر ہوگا۔‘‘

سلطان الہند کی اسی دعا کا اثر تھا کہ آپ کے ذریعہ سلسلۂ چشتیہ نے زبردست فروغ حاصل کیا۔خصوصاً آپ کے مرید وخلیفہ اور سجادہ نشین نظام الاولیا محبوب پاک حضرت نظام الدین اولیا رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس نے جو عروج پایا وہ تاریخ چشت کا سنہرا باب ہے۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے نسیم حجاز کے فردوس بہاراں سے اپنے قلوب کو معطر ومنور کیا۔ سلطان العارفین کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین امام الاعدلین غیظ المنافقین سیدنا فاروق اعظم سے جاملتا ہے۔اس طرح آپ دنیائے فاروقیت کے خورشید درخشاں اور گلشن چشت کے حسین بہار تھے۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم کا جاہ وجلال اور ان کی رفعت وعظمت ساری دنیا میں مشہور ومعروف ہے۔آپ کی ایک صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہ صرف رسول پاک ﷺ سے منسوب ہو کر ام المؤمنین کے لقب سے مشرف ہوئیں بلکہ آگے چل کر آپ کا شجرۂ نسب بھی نویں پشت میں کعب بن لوی کے واسطے سے رسول پاک ﷺ سے جا ملتا ہے۔مولائے کائنات حضرت علی کی ایک شہزادی حضرت ام کلثوم بھی آپ سے منسوب تھیں جو کربلا میں امام عالی مقام کے ساتھ تھیں۔

ولادت کے وقت آپ کے والد حاجی محمد شاکر علی فاروقی الہ آباد کے قریب ضلع پرتاپ گڑھ کے موضع بہار کے مانے ہوئے زمین دار کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔شروع میں آپ نے والد صاحب سے تعلیم پائی۔بعد میں حافظ عبدالرزاق صاحب جو دیوان گنج پھولپور کے رہنے والے تھے ان سے علم حاصل کیا اور پھر اپنے چچا عابد علی فاروقی کے پاس پہونچے جو اس وقت لکھنؤ میں ہیڈ کانسٹیبل تھے، تاکہ تعلیمی سلسلہ اور آگے بڑھایا جا سکے، وہیں ایک دن آپ کی ملاقات قطب دیوہ حضرت وارث علی شاہ علیہ الرحمہ سے ہوئی۔اس وقت آپ کے چچا جو حضرت کے خصوصی چاہنے والوں میں سے تھے وہ بھی موجود تھے۔انہوں نے آپ کو حضرت کے سامنے پیش کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔حضرت شاہ صاحب نے خصوصی توجہ ڈالی اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیں اور پھر مسکراتے ہوئے فرمایا۔''یہ فقیری میں شاہی کرے گا اور اندھیرے میں اسلام کا اجالا پھیلائے گا۔''

جناب عابد علی صاحب فاروقی بذات خود نہایت دینداری، پابند شریعت اور اصول کے پکّے آدمی تھے۔حضرت سید شاہ حاجی وارث علی علیہ الرحمہ سے آپ کو بے حد انسیت تھی۔قطب دیوہ کی خصوصی نگاہ کرم بھی آپ پر ہمیشہ رہا کرتی تھی۔حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کو جناب عابد علی

صاحب نے فرنگی محل لکھنؤ میں بھرتی کرائی جہاں آپ نے نہایت تندہی اور انہماک کے ساتھ اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا۔جناب عابد علی صاحب سے جب آپ ملنے شہر تشریف لاتے تو وہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت قطب دیوہ کی خدمت میں ضرور لے جاتے۔

ایک دفعہ حضرت کچھ تناول فرما رہے تھے۔جب آپ اپنے چچا کے ہمراہ وہاں پہونچے تو حضرت نے روٹی کا ایک ٹکڑا چبا کر آپ کو عنایت کیا۔آپ نے بسم اللہ پڑھ کر رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً (اے اللہ! میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔) پڑھتے ہوئے اسے تناول فرمالیا۔حالانکہ یہ دعا آپ نے دل ہی دل میں پڑھی جسے انتہائی قریب بیٹھا ہوا آدمی بھی نہیں سن سکتا تھا مگر حاجی صاحب قطب دیوہ تھے۔ہمیشہ انوار وتجلیات میں شرابور رہا کرتے تھے۔ان سے قلبی کیفیت، دل کی خاموشی اور زبان کا استغاثہ کیسے چھپ سکتا تھا۔انہوں نے ایک خصوصی توجہ ڈالی اور مستقبل کے پردوں کو اٹھاتے ہوئے فرمایا:''اس بچے کی پیشانی بتا رہی ہے کہ اس کی للکار سے حکومت گھبرائے گی اور دشمنان اسلام لرزیں گے۔اس کی تعلیم کی صحیح تکمیل مجدد وقت کی نگاہ فیض اثر کے سایہ میں ہوگی۔''

جناب عابد علی فاروقی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں فرنگی محل میں داخل تو کروا دیا تھا مگر وہاں قلبی سکون نہ تھا۔جب قطب دیوہ نے مجدد وقت کے تعلق سے پیشن گوئی کی تو میں نے اس سلسلے میں معلومات فراہم کی۔مجھے پتہ چلا کہ بریلی کی دھرتی پر اپنے وقت کے علم وعرفان کے تاجدار تشریف فرما ہیں، جن کے علمی وعرفانی فیضان کا چرچا تو میں نے کچھ سن رکھا تھا مگر اب جو معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ شخصیت تو پوری دنیائے اسلام میں منفرد ہے۔ان کی رفعت وعظمت اور بحر علمی کا ڈنکا ہندوستان کی سرحدوں کو پار کر کے حجاز مقدس کی دھرتی حرمین شریفین میں بھی بج رہا ہے۔ دنیائے اسلام کے بڑے بڑے جلیل القدر اور رفیع المرتبت علمائے اسلام، مفتیان عظام اور صوفیائے کرام جن کی علمی رفعت وعظمت اور فکری جاہ وجلال کے قائل اور ان کے عشق رسول کے گن گا رہے

ہیں۔فرماتے ہیں کہ جب میرے سامنے یہ حقیقت واضح ہوئی تو میں نے طے کرلیا کہ کچھ وقت یہاں گزارکرآخری تکمیل کے لیے وہیں بھیجوں گا۔اور جب انہوں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار حضرت محسن ملّت سے کیا تو پتہ چلا کہ آپ خود بھی یہی منصوبہ لیے بیٹھے ہیں۔لہٰذا کچھ سال وہاں علم حاصل کرنے کے بعد آپ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملّت سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں آپ نے اعلیٰ حضرت کی نگاہ کرم کا وہ فیض حاصل کیا کہ اس کی تجلیات سے آپ کی پوری زندگی جگمگاتی رہی۔ایک طرف حجۃ اسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب کے فیضان صحبت دوسری طرف تاجدار اہل سنت سیدی حضور مفتی اعظم ہند کی نکہت بار معیت اور برہان الملّت حضرت مولانا برہان الحق صاحب کی رفاقت اور پھر اس پر مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے الطاف خسروانہ کی بارش نے وہ جوہر دکھایا کہ اپنے اور پرائے سب ہی آپ کی علمی رفعت، فکری عظمت، سیاسی بالغ نظری اور دور اندیشی وقوم شناسی کے قائل نظر آنے لگے۔

حضرت برہان ملّت فرماتے ہیں کہ سرکار اعلیٰ حضرت آپ کو قرب وجوار کے جلسہ ومناظرہ میں اکثر بھیجا کرتے تھے اور جانے سے پہلے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ آپ کو وہ خصوصی نکات بتایا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ جہاں گئے ہمیشہ کامیاب رہے۔

ایک دفعہ لوگوں نے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اکثر انھیں کو جلسہ ومناظرہ کے لیے بھیجا کرتے ہیں تو آپ نے مسکرا کر فرمایا اعلیٰ حضرت کی نگاہ فیض اثر مستقبل کے پردوں میں جھانک کر دیکھ رہی تھی کہ آنے والے وقتوں میں انھیں دشمنان اسلام سے کس طرح ٹکر لینا ہے اس لیے آپ نے اس کے مطابق ان کی تربیت فرمائی۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ اجمیر مقدس حاضر ہوئے وہاں آپ نے طویل قیام فرمایا اور

متعدد چلّے کیے اور مراقبہ ومشاہدہ کی متعدد منازل طے کئے۔وہیں آپ کو مدھیہ بھارت کے لیے اشارۂ غیبی ملا۔جب وہاں سے آپ بریلی تشریف لائے تو سرکار اعلیٰ حضرت کے خصوصی ارشاد پر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو مدھیہ بھارت میں تبلیغ اسلام کا مشورہ دیا۔گویا اس طرح سے جو بات اجمیر مقدس میں اشارہ کی زبان میں کی گئی وہ یہاں شرح وتفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آچکی تھی۔لہٰذا آپ سب سے پہلے اکلتر اضلع بلاسپور تشریف لائے۔

جس وقت آپ نے اس علاقے کا دورہ فرمایا تو چند ہی دوروں میں یہ بات دوپہر کی دھوپ کی طرح آپ پر واضح ہوگئی کہ یہ علاقہ تعلیمی وتربیتی اعتبار سے نہایت پسماندہ اور پچھڑا ہوا ہے۔علاقے کی جہالت اور قوم مسلم کی زبوں حالی پر آپ کا کلیجہ کانپ اٹھا۔پورے علاقے میں کہیں بھی کوئی پرانی نشانی نظر نہیں آئی جو اسلامی آثار کا پتہ دے۔کفرستان میں ڈوبا یہ علاقہ جہاں نہ کبھی کوئی مسلم حکومت آئی جو حکومتی تدبر وحکمت سے یہاں کی تاریکی کو دور کرتی۔نہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کے قابل ذکر قافلہ کا گزر ہوا جو اپنی نورانی وعرفانی تجلیات سے شب دیجور کی ظلمتوں کو شرمانے والی تاریکی کا پردہ چاک کرتے۔اگر کبھی کوئی گزرا بھی تو ان کی روشنی اتنی مدھم تھی کہ گردوپیش کو بھی روشن نہ کرسکی۔آپ حالات کا جائزہ لیتے اور اپنی قوم کو آگے بڑھانے کی فکر میں نئے نئے پروگرام بناتے۔ایک دفعہ آپ رتن پور کے پاس ایک گاؤں سے گزر رہے تھے وہاں آپ نے ایک قبر پر بانس دیکھا جو کسی نے گاڑ دیا تھا۔معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اس علاقے میں دور دور تک کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو نماز جنازہ پڑھا سکے۔لہٰذا ایسے موقع پر لوگ بطور نشانی بانس گاڑ دیتے ہیں تاکہ دن دو دن میں کوئی پڑھا لکھا آدمی کا گزر ہو تو قبر ہی پر نماز جنازہ کی ادائیگی ہوسکے،اس طرح کے کئی روح فرسا واقعات نے آپ کے دل پر گہرا اثر ڈالا۔آپ نے ایک تفصیلی خط حجۃ الاسلام،شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال فرما کر مشورہ طلب فرمایا۔انھوں نے حوصلہ بخشتے ہوئے آپ کو

علاقہ سنبھالنے اور مسلمانوں کی جہالت دور کرنے کا مشورہ دیا۔

اسی دوران رائے پور میں مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں یک گونہ اختلاف کے باوجود علاقائی حالات کے پیش نظر آپ نے شرکت کی۔ متعدد مقرروں کے بعد آپ کا موقع آیا تو آپ نے انگریزوں کی مخالفت میں ایسی جوشیلی تقریر کی کہ پورا علاقہ آتش بغاوت سے سلگنے لگا۔ جس کے نتیجے میں آپ کو ۱۹/ جولائی ۱۹۲۲ء کو دفعہ ۱۴۴ کے تحت جیل کی تاریک کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ مگر آپ وہاں بھی شمع ایمان بنکر ضوفشانی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سیکڑوں غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا جن میں متعدد انگریز بھی شامل تھے۔

جس وقت عدالت میں آپ سے معافی مانگ کر چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کہا گیا آپ نے نہایت جاہ وجلال کے ساتھ جج کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مجھ پہ الزام ہے مذہب کی طرفداری کا
دیکھئے کونسا قانون سزا دیتا ہے مجھے

قرآن عظیم کا بانگ دہل اعلان ہے اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول واولی الامر منکم ۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر یعنی حکومت والوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے یعنی مسلمانوں میں سے ہوں۔ پھر کورٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ نہ کہ اس کافر حکومت کی۔ آپ شیر کی طرح دہاڑ رہے تھے اور جلال فاروقی سے ایوان حکومت لرز رہا تھا۔ تخت سلطنت دہل رہا تھا۔ کورٹ کے عملے کا کلیجہ کانپ رہا تھا۔ اس دوران کچھ مخلصین نے حکومت سے راہ ورسم پیدا کر کے معاملہ کی صلح وصفائی کی کوشش کی۔ آخر کار معاملہ معذرت پر جا اٹکا۔ مگر جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے بلند آہنگی سے گرج کر فرمایا۔ مجھ پر جو الزام ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ حکومت غاصب ہے۔ اسلام کی، ملک وملّت کی

اور پورے دیش کی دشمن ہے۔ گویا جنگ آزادی کے مجاہد اعظم علاّمہ فضل حق فاروقی خیرآبادی نے انگریزوں کو للکارتے ہوئے فرمایا تھا، جبکہ ۱۸۵۹ء میں فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں گرفتار کر کے انھیں سیتاپور سے لکھنؤ لایا گیا تھا اور دوران مقدمہ جج بار بار کوشش کر رہا تھا کہ مولانا اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیں تاکہ میں انھیں باعزت بری کرسکوں۔ مگر خدا کا شیر انجام سے بے فکر، قیدوبند کی صعوبتوں سے نڈر، ہتھکڑی اور زنجیر سے بےخوف گرج کر یہی کہتا رہا کہ ”وہ فتویٰ صحیح ہے اور میرا ہی لکھا ہوا ہے۔ اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے۔ (انوار رضا صفحہ ۴۶۲)

شیر دکن ٹیپو سلطان نے میدان جہاد سے گرجتے ہوئے قوم کو بھی پیغام دیا تھا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے۔ آج حضرت محسن ملّت کی شکل میں علامہ فضل حق خیرآبادی کا جلال اور شیر دکن ٹیپو سلطان کی للکار پورے گھن گرج کے ساتھ ایوان عدالت میں گونج رہی تھی۔ بالآخر آپ کو قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ قیدوبند کی صعوبتوں نے آپ کا استقبال کیا۔ جیل کی تاریک کوٹھری میں آپ کو قید کردیا گیا جہاں کوڑے برسائے گئے۔ لاٹھیاں چلائی گئیں، قتل کی سازشیں کی گئیں۔ مگر آپ مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے اور مسکرا مسکرا کر مجاہدین آزادی کو دعوت فکر دیتے رہے۔

بیڑیاں مجھ کو پہننے میں ذرا بھی ذلّت نہیں
باپ دادا کا طریقہ سنت سجاد ہے

طوق وزنجیر اور بیڑیوں کی جھنکار میں، قیدخانہ کی چہار دیواری میں آپ قید تو کردیئے گئے مگر آپ کا پیغام اسلام وہاں بھی گونجتا رہا۔ اور اس کی صوت سرمدی سے کفر وشرک کے علمبرداروں کا کلیجہ دہلتا رہا۔

ہر روز نماز تہجد کے بعد اذان وجماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی اور تلاوت قرآن

اوراورادووظائف کی بزم سجتی اور پھر اس کے بعد وعظ ونصیحت کی محفل ایسی نہیں تھی جو اپنا اثر نہیں دکھاتی۔ دھیرے دھیرے وہاں کے درو دیوار بھی اس کی تجلیات سے جگمگانے لگے اور دلوں کی سیاہی بھی دھلنے لگی۔ جو نام کے مسلمان تھے انھوں نے ایمان کی نئی توانائی محسوس کی اور جو کفر وشرک کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے انھوں نے روشنی کی نئی کرنیں محسوس کیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایمانی روشنی سے ان کے تاریک دل جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ کچھ انگریز بھی آپ کی دل آویز شخصیت اور ایمان افروز صحبت سے فیضیاب ہوتے ہوئے دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے۔

ایک باغی مجرم کا جیل کی تاریک وادیوں میں شمع ایمان بن کر روشنی بکھیرنا اور وہ بھی حکومت برطانیہ کا مجرم۔ یہ معمولی جرم نہیں تھا۔ نیچے سے لے کر حکام بالا تک ہر کسی کی نظروں میں آپ خار مغیلاں کی طرح کھٹکنے لگے۔ ظلم وستم کی آندھیاں کچھ اور تیز ہوگئیں۔ مصائب وآلام کی تاریکیاں کچھ اور بڑھ گئیں۔ مگر آپ مسکرا مسکرا کر مصائب وآلام کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

میں وہ مجنوں ہوں کہ زنداں کے نگہبانوں کو
میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا

آپ کی ایمانی توانائی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ کوئی انگریز افسر جو اکلترا میں رنجر ہوکر آیا تھا۔ انگریز کی حکومت تھی۔ بڑے بڑے تاج وتخت والے جن کے ظلم وستم سے لرز رہے تھے۔ پورا ہندوستان ان کے سازشی جال میں پھنسا کررہ رہا تھا۔ دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی، ہر جگہ قوم مسلم کی عزت وآبرو کے لیے عیسائیت کی سلیب لٹکی ہوئی تھی۔ حکام وقت مظلوموں کی بے گور وکفن لاشوں پر اپنی بالادستی کا جھنڈا گاڑ کر جشن فتح منا رہے تھے۔ کشمیر سے کنیا کماری تک ہر جگہ ظلم وستم کا اہرمن قہقہہ بلند کررہا تھا۔ صاحب بہادر کے خلاف سوچنا بھی موت کو آواز دینا تھا۔ ایک دن آپ کو معلوم ہوا کہ وہی انگریز رنجر آیات قرآنی لکھے کاغذ میں اپنے کتے کو کھانا

کھلا رہا ہے۔ جسے دیکھ کر مسلمانوں کا دل دہل گیا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مگر اس کے سامنے بولنے اور ٹوکنے کی جرأت کسی میں نہ تھی۔ آپ کو جیسے ہی پتہ چلا آپ فوراً اس کے کمرے میں گھس گئے اور بلند آواز سے اسے ڈانٹا۔ مگر اس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ حکومت کے نشے میں سرشار آتش بار نگاہوں سے آپ کو دیکھتا رہا۔ آخر آپ سے برداشت نہ ہوسکا۔ آپ نے اس کا گریبان تھام لیا۔ اچانک صورت حال اتنی نازک ہوگئی کہ پورا گاؤں امنڈ پڑا۔ دوسری طرف پولیس افسران بھی جمع ہوگئے۔ اس وقت اکلترا میں ٹھاکر رام بشال سنگھ کا مانا ہوا مشہور ومعروف خاندان تھا۔ اسی خاندان کے ایک ہونہار اور ملک پرست فرد تھے ٹھاکر چھیدی لال بیرسٹر۔ جن کی پورے علاقے میں زبردست دھاک جمی ہوئی تھی۔ انھوں نے حکومت کے افسران اور پولیس والوں کو معاملہ کی نزاکت اور حضرت محسن ملّت کی اہمیت سمجھائی۔ بالآخر انگریز بہادر کو جھکنا پڑا۔ اس نے کھلے عام آئندہ مسلمانوں کے جذبات سے نہ کھیلنے کا وعدہ کیا۔

۱۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کو جیل سے چھوٹتے ہی آپ نے اپنے گردو پیش کا جائزہ لیا۔ ہمدردوں اور مخلصوں کی بھیڑ میں سنٹرل جیل رائے پور سے آپ کا جلوس روانہ ہوا۔ پھولوں کی برسات اور نعرۂ تکبیر کی گونج میں آپ کا جلوس آگے بڑھ رہا تھا مگر آپ کا کاروان خیال ماضی کی تاریک شاہراہوں سے گزر رہا تھا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ قوم کی جہالت اور علمی پسماندگی، دین ومذہب سے دوری اور آپسی رسہ کشی نے انھیں اس مقام پر لا کھڑا کیا کہ آج ان میں اکثر کو اس کا بھی شعور نہیں کہ کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد اسلام ہم سے کن کن چیزوں کا مطالبہ کرتا ہے؟ اس کا تقاضہ کیا ہے؟ اور اپنے ماننے والوں میں کیسا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے واضح طور پر محسوس فرمایا کہ ان کے والہانہ جذبات اور سرفروشانہ تمناؤں کا صحیح استعمال نہیں کیا گیا تو پھر یہ قوم ہمیشہ کے لیے جہالت کے بحر ظلمات میں ڈوب جائے گی۔

ایک طرف قوم کی یہ نازک حالت اور دین سے دوری۔ دوسری طرف شدھی آندولن اپنے پورے کروفر اور جوش وخروش کے ساتھ امت مسلمہ کو شرک وکفر کی تاریکیوں میں دفن کرنے کے لیے شب وروز نت نئے سازشی جال پھیلاتا جارہا ہے۔ پورے بھارت میں اس کی حشر سامانیوں نے طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے۔ جس نے ملّت اسلامیہ کے ہر صاحب بصیرت اور دین پرور شخص کو فکرمند بنادیا۔ اس سلسلے میں تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے اس بیان سے اس وقت کی صورت حال کی نزاکت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جسے اخبار دبدبۂ سکندری نے شائع کیا تھا۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا ارتداد

''جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری فرزند دوم اعلیٰ حضرت مجدد دین وملّت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ساتویں جمادی الآخر کو دفتر ہٰذا میں تشریف لائے اور یہ وحشتناک خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راجپوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ اور دہلی کے اضلاع میں رہتے ہیں اس بات پر تیار ہیں کہ ہندو مذہب پھر اختیار کرلیں۔'' (دبدبۂ سکندری ۲۹ جنوری ۱۹۲۳ء ص:۳)

اتر پردیش، راجستھان، ہماچل پردیش اور پنجاب جہاں مسلمانوں کی طویل تاریخ ہے۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا ناقابل شمار سلسلہ ہے۔ اولیائے ملّت اسلامیہ کے طلعت جمالی سے جہاں کے در و دیوار روشن وتابندہ ہیں۔ علم وعرفان کے بے شمار چشمے جہاں سے ابل ابل کر ایک دنیا کو فیض یاب کررہے ہیں۔ وہاں جب اس کی حشر سامانیاں اور فتنہ انگریزیاں اس درجہ خطرناک صورت حال اختیار کرچکی تھیں کہ سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کے سازشی جال میں پھنس کر دین وایمان سے دست بردار ہونے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ چند شہر ودیہات نہیں

بلکہ پورا صوبہ کا صوبہ ان کے سازشی جال میں پھنستا جارہا تھا۔ تو مدھیہ بھارت کا کیا عالم ہوگا۔ خصوصاً علاقہ چھتیس گڑھ اور اڑیسہ میں ان کی شرانگریزیاں کس شباب پر ہوں گی۔ جہاں نہ علم کا کوئی چشمۂ سیال تھا جہاں سے کوثر وتسنیم کا دھارا ابلتا۔ نہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام کا قابل ذکر کارواں تھا جو بے چین وبے قرار روحوں کو ایمانی جاہ وجلال اور عرفانی شان وشوکت سے معطر ومنور کرتا۔ نہ مجاہدین اسلام اور مبلغین کرام کا قابل اثر دستہ تھا جو طوفانوں کی زد میں اسلام کا چراغ جلاتا۔ نہ ہی اسلامی حکومت کا کوئی قابل ذکر وقفہ تھا جو پژمردہ روحوں اور مایوس دماغوں میں جوش حیدری اور ولولۂ حسینی کی تجلیات بکھیر کر ان کے مجاہدانہ کردار وعمل اور سرفروشانہ للکار کو تقویت فراہم کرتا۔

ایسی حالت میں محسن ملّت علیہ الرحمہ نے گاؤں گاؤں دورہ کیا۔ دیہات دیہات پڑاؤ ڈالا۔ قریہ قریہ ایمانی آواز پہنچائی اور شدھی آندولن کے لرزہ خیز، ایماں شکن طوفانوں کا نہایت کامیاب مقابلہ کرکے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد کے پھندے میں نہ صرف پھنسنے سے بچایا بلکہ غیر مسلموں کو بھی مسلمان بناکر دعوت وتبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ آپ کی اس مجاہدانہ کردار سرفروشانہ للکار اور بے مثال تدبر ودور اندیشی کو دیکھتے ہوئے حجۃ الاسلام شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ ''حامد علی تم ملّت کا انمول نگینہ ہو۔ تم نے کفرستان میں اسلام کا چراغ جلایا۔''

نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب سجادہ نشیں خانقاہ رضویہ بریلی شریف تحریر فرماتے ہیں کہ آج لوگ اپنے کو کلمہ پڑھاتے ہیں۔ مگر یہ وہ شخصیت تھی جس نے غیروں کو کلمہ پڑھایا۔

ان حالات نے آپ کو قوم کے مستقبل کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کیا۔ آپ نے محسوس فرمایا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علم سے دور اور تاریکی کے دبیز پردوں میں لپٹی ہوئی غلط روی کا

زبردست شکار ہے۔اگرانھیں سنوارا نہیں گیا تو ہر اٹھنے والی تحریک انھیں اپنا لقمۂ تر سمجھنے لگے گی۔

آپ نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے دین کے لیے ایک مضبوط قلعہ کی ضرورت پر لوگوں کو متوجہ فرمایا۔آپ کی ہمہ وقت کی انتھک کوششوں،شب وروز کی لگاتار قربانیوں اور بے مثال جدوجہد کے نتیجے میں مدرسہ اصلاح المسلمین ودارالیتامیٰ عالم وجود میں آیا۔اور جلد ہی علم وعرفان کا ابلتا ہوا وہ چشمۂ سیال بن گیا جس کے فیضان کا دریا پورے ہندوستان میں نظر آنے لگا۔ جس کی علمی وعرفانی تجلیات سے پژمردہ روحیں نئی زندگیاں پانے لگیں۔تاریک دل علمی روشنی سے جگمگانے لگے۔ مایوس دماغ کردار وعمل کی توانائی محسوس کرنے لگے اور بجھے ہوئے قلب وجگر عشق رسول،عقیدت اولیاء کی حرارت وتپش سے سلگنے لگے۔

یہ ادارہ اپنے بانی کے زیر سایہ پھولوں کی مہک،کانٹوں کی چبھن،دریاؤں کی روانی،طوفانوں کی ہنگامہ خیزی، چراغ مصطفوی کی روشنی لیے شرارۂ بولہبی سے الجھتا،کفروشرک کی تاریکیوں میں عشق رسول کی تجلیات بکھیرتا، بدعت اور گمراہی کے طوفانوں میں قرآن وسنت کا چراغ جلاتا،نجدیت ووہابیت کی مسموم فضاؤں میں عقیدت اولیاے کی خوشبو بکھیرتا اور مخالفت اسلام کی امنڈتی ہوئی آندھیوں میں اسلام کا پرچم لہراتا منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہا۔آج اس کے سایہ میں نہ صرف یتیم وغریب بچّوں کا مستقبل سنورتا ہے بلکہ اینگلو اردو ہائی اسکول کے نام پر دنیاوی تعلیم کا چراغ بھی مذہبی تقدس کے سایہ میں جلتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ،طبیہ کالج،مرکز کتابت وغیرہ کی متعدد شاخیں کہیں پھول پھل رہی ہیں تو کہیں روشنی بکھیرنے کے لیے قوت کا انتظار کررہی ہیں۔

۱۵اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا مگر آزادی کی قیمت پر انگریز ہمیں ہمیشہ کے لیے دوحصّوں میں تقسیم کرکے نفرت وتعصب کی نہ بجھنے والی آگ لگا گئے۔جس میں نسلیں جلتی رہیں گی۔

ایک طرف پاکستان عالم وجود میں آیا تو دوسری طرف پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف آتش فشاں پھوٹ پڑا۔اتر پردیش، بہار، بنگال اور راجستھان وغیرہ میں خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ سسکتی ہوئی آہیں، گھٹی ہوئی فریادیں اور جلتی ہوئی لاشیں بھارت کا مقدر بن گئیں۔جس کے نتیجے میں پاکستان بھاگنے والوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔جس طرف دیکھوں بستر بند لوگوں کا ایک قافلہ نظر آتا جو گھروں کو الٹے سیدھے داموں پر بیچ کر لٹا لٹایا اثاثہ کاندھوں پر لاد کر اسٹیشن کی طرف جاتے نظر آئے۔ایسے پر آشوب اور رستہ خیز موحول میں قوم کو سنبھالنا، انھیں دلاسہ دینا اور ان کی ڈھارس بندھانا آسان کام نہیں تھا مگر آپ نے نہایت مدبرانہ اور ٹھوس منصوبہ کے ساتھ حالات کا رخ موڑنے کا پروگرام بنایا۔جو لوگ پاکستان جارہے تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے بہت پہلے فرمادیا تھا کہ دشمن ہمارے لیے تین باتیں چاہتا ہے۔سب سے پہلے ہماری موت تا کہ معاملہ ہی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔اگر یہ نہ ہوسکے تو جلاوطنی چاہے گا تا کہ پاس میں نہ رہے۔اگر یہ بھی نہ ہوسکا تو آخر درجہ میں عاجز ومجبور بنانا چاہے گا۔ایک دفعہ تم لوگوں نے ہجرت کرکے دیکھ لیا (۱) ۔مگر جانے سے پہلے سوچو۔سمجھو۔کچھ فیصلہ کرو۔ بھارت کی دھرتی پر ہم نے صدیوں حکومت کی ہے۔دہلی کے لال قلعہ کی بلند پیشانی ہماری عظمتوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ایسی حالت میں یہاں سے پاکستان ہجرت کرنا سوائے بربادی کے کچھ نہیں۔

حاشیہ (۱) گاندھی جی کے کہنے پر مولانا ابوالکلام آزاد نے سارے مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنے کا فتویٰ دیا تھا جس کے نتیجے میں ہزاروں مسلمان گھربار بیچ کر افغانستا کی طرف ہجرت کرگئے جس میں سوائے بربادی وتباہی کے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں لگا۔تفصیل کے لیے دیکھئے تحریک خلافت صفحہ ۱۳۹ محمد علی

ایک جگہ نہایت مدبرانہ اور مفکرانہ انداز میں بکھری ہوئی قوم کو آواز دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

’’تم کہاں جارہے ہو؟ خواجہ کی دھرتی تمہیں پکاررہی ہے۔مخدوم سمنان کا روضہ تمہیں آواز دے رہا ہے۔محبوب الٰہی کا آستانہ تمہیں یاد کررہا ہے۔تمہارے آباؤ اجداد کی ہڈیاں للکار رہی ہیں۔خواجہ کا آستانہ چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ مخدوم پاک کا روضہ چھوڑ کر تم سکون کیسے پاؤ گے؟ مخدوم کا سایہ چھوڑ کر کہاں چین ملے گا؟ سرکار اعلیٰ حضرت کے فیضان سے بھاگ کر تم کیسے جی سکو گے۔‘‘

(ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی ۱۷ر جنوری ۹۱ء۔)

آپ کے پر جلال صدا نے بجھتے دلوں میں امیدوں کی شمع روشن کردی۔ پژمردہ روحوں کو نئی زندگی مل گئی۔مفلوج دل و دماغ نئی امنگوں سے سرشار ہوکر آپ کے اشارۂ ابرو پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ وقت کی للکار نے سیکڑوں اجڑتے گھروں کو بسا دیا۔ ہزاروں بہکتے قدم تھم گئے۔صدہا عورتیں بیوہ ہونے سے اور ہزاروں بچے یتیم ہونے سے بچ گئے۔

آپ نے نہ صرف انہیں للکارا، ان کے حوصلوں کو بلند کیا، نئی امنگیں اور نیا جذبہ عطا فرمایا بلکہ بھاگنے والوں کو روکنے کے لیے متعدد ٹولیاں بنائیں، جن میں سے ایک گروہ ریلوے اسٹیشن پر متعین تھا تو دوسرا بس اسٹینڈ پر نگرانی کررہا تھا اور آپ خود ایک گروہ کے ساتھ لوگوں کے گھر پہنچتے۔ حالات معلوم کرتے۔ ہمت بندھاتے۔حوصلہ دیتے اور بھاگنے والوں کو سمجھا بجھا کر یہیں جینے مرنے کا عہد لیتے۔

آپ کی اس محنت و جانفشانی کا نتیجہ ہے کہ علاقہ چھتیس گڑھ اجڑنے اور برباد ہونے سے نہ صرف بچا ہے بلکہ سرزمین رائے پور پر مسلمانوں کی ایک عظیم تعداد گاؤں دیہات میں بکھرے مسلمانوں کو ہمت و حوصلہ دے رہی ہے۔

۱۹۶۰ء کا عالم رستا خیز ہندوستان کی تاریخ کا نہایت دردناک باب ہے۔جس میں پورا ملک فرقہ وارانہ فساد کی آگ میں جل رہا تھا۔معلوم ہوتا تھا کہ ظلم وستم اور قتل غارت گری کی ساری قہرمانی طاقتیں ایک ساتھ امنڈ پڑی ہوں معصوم و بے گناہ بچوں کا قتل عام۔دوشیزاؤں کی عصمت دری۔ ماؤں کی گود کو سونی کرنا۔ بہوؤں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑنا عام بات ہوچکی تھی۔ پورے ملک میں انتہائی مایوسی اور کسمپرسی کی حالت طاری تھی۔قوم وملّت کی مسیحائی تو درکنار، رستے ہوئے زخموں پر مرہم کا رکھنے والا بھی مشکل سے دکھائی پڑتا تھا۔ایسے پر آشوب اور ہوش ربا حالات میں اس وقت کے ارباب فکر و دانش اور اصحاب رائے نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ان کے بجھتے ہوئے حوصلوں، دم توڑتی توانائی اور مایوسی کے سمندر میں ڈوبتے ہوئے قلوب کو نئی ہمت و توانائی دینے کا مضبوط اور مستحکم منصوبہ تیار کیا۔جس کے ذریعہ ان کی شیرازہ بندی بھی ہو سکے اور انہیں نیا حوصلہ، نیا جوش اور ولولہ کے ساتھ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کا ٹھوس اور مضبوط طریقہ بھی دیا جا سکے۔اس کے علاوہ گاؤں اور شہر کی سطح سے لے کر دلّی دربار تک ہر جگہ ان کا وزن بھی محسوس کیا جا سکے۔

اس سلسلہ میں آپ کے ساتھ سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ مارہرہ شریف، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھۂ مقدسہ، قائد ملّت حضرت مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب، پاسبان ملّت حضرت مشتاق احمد صاحب نظامی، غازی ملّت حضرت مولانا سید مظہر ربّانی صاحب کے علاوہ رئیس القلم مبلغ عرب وعجم حضرت علاّمہ ارشد القادری صاحب قبلہ کا نام اسم گرامی قابل ذکر ہے۔جنھوں نے انتہائی غور وفکر اور مسلسل کئی روز کی محنت ومشقت کے بعد آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کی شکل میں ایک ایسی مضبوط تنظیم کی بنیاد ڈالی جس نے بہت جلد ملک کے طول وعرض میں اپنا ایک اہم مقام حاصل کرلیا۔جلد ہی دلّی دربار بھی اس کی دھمک محسوس کرنے لگا۔اس تنظیم نے ظلم

وستم کی تاریک راتوں میں عدل وانصاف کا اجالا بکھیرا اور نفرت وتعصب کی سیاہ آندھیوں میں ملک کے طول وعرض میں خلوص ومحبت اور امن وشانتی کا چراغ جلایا۔

اس تنظیم کے جنرل سکریٹری کے لیے ایک ایسے مدبر، دوراندیش، بالغ نظر اور بلند ہمت سکریٹری کی ضرورت تھی جو اپنے حسن تدبیر اور روشن ضمیری سے فرقہ واریت کے امنڈتے ہوئے طوفانوں کا نہ صرف رخ موڑ دے بلکہ ایوان حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسلم مسائل پر انہیں سوچنے کی نظر بے ساختہ آپ کی طرف اٹھی اور آپ کو متفقہ طور پر اس کا سکریٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ اور پھر جلد ہی لوگوں کو احساس ہوگیا کہ آپ کی شکل میں ہمیں ایک ایسی بلند قامت شخصیت مل گئی جس کی ذات سیاسی بصیرت، قائدانہ صلاحیت اور دوراندیشی کے ساتھ روشن ضمیری، فکری بالیدگی اور علمی گہرائی کا حسین سنگم ہے۔

رائے گڑھ، جبل پور اور جمشید پور کے فسادات کے موقع پر آپ نے جس بلند ہمتی، اولوالعزمی اور روشن ضمیری کا مظاہرہ فرمایا۔ کلکٹر، ایس پی وغیرہ سے لے کر دہلی تک جس طرح آپ کی گھن گرج پہنچی وہ تاریخ دعوت وعزیمت کا روشن وتابناک باب ہے۔

دیش کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو جی نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ پر ہمیشہ اعتماد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں جب انہوں نے پھولپور ضلع الہ آباد کا پہلا الیکشن لڑا تو آپ اپنا الیکشن انچارج بنایا۔ اپنے ہر جلسہ میں آپ کی موجودگی کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ اخبار لیڈر کی اشاعت ۳۱/جنوری ۱۹۵۲ء کی اس رپورٹ سے اس کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

"Another Election Meeting of the Congreas was held at Minhajpur under the presedent chief of shri Nizamuddin amoung those who spok's at the meeting were shri Lal Bahadur shastri, shrimati Indara Gandhi and Moulana Hamid Ali Raipur (21-1-1952)"

انتخاب کی دوسری میٹنگ جناب نظام الدین صاحب کی صدارت میں منہاج پور میں ہوئی اس میٹینگ کو جناب لال بہادر شاستری، شریمتی اندرا گاندھی اور جناب مولانا حامد علی رائے پوری نے خطاب کیا۔ دینک بھارت الہ آباد کی ۳۰/جنوری ۱۹۵۲ء کی رپورٹ بھی سلسلے میں قابل ذکر ہے۔

قوم مسلم کے متعلق سے کسی بھی فیصلے سے پہلے وہ آپ سے اکثر رابطہ قائم کرتے ۔ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں پر جو انحطاط وتنزلی طاری ہوئی، باطل پرستوں نے جس طرح ملّت اسلامیہ کو زندہ درگور کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ اس کا جوانمردی سے مقابلہ کرنا، اسے ناکام بنانا اور اجڑے ہوئے بے شمار برباد مسلمانوں کو نئی زندگی شروع کروانے میں آپ نے کئی بار سیدھا نہرو جی سے گفتگو کی۔

رئیس القلم حضرت علاّمہ ارشد القادری صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۰ء میں جب آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے زیر سایہ کل ہند سنی اوقاف کانفرنس پریڈ گراؤنڈ دہلی میں منعقد ہوئی اور ہم لوگوں نے ایک وفد کے ساتھ پرائم منسٹر پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کر کے انہیں بتایا کہ پورے ملک میں اہل سنت کی تعداد نوے فی صد سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے باوجود آپ نے جمعیۃ العلماء کو سنی اوقاف کا مالک بنا دیا ہے جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق خرد برد کرتے رہتے ہیں۔ دوران گفتگو نہرو جی نے کہا کہ تقسیم ہند کے وقت سارے لوگ مسلم لیگ کے ساتھ ہو گئے تھے مگر جمعیۃ العلماء اس

حاشیہ۔۔نوٹ: ۔حضرت محسن ملّت کی سیاسی تفصیلات کے لیے دوسرا حصّہ ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں آپ کی مکمل سیاسی تاریخ، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی سیاسی بصیرت، تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، تحریک گاؤکشی کی تاریخ، امام احمد رضا کا تدبر، صدر الافاضل کا مجاہدانہ کردار، شیر بیشۂ اہل سنت کی ایمانی للکار، شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ، تاجدار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ایمانی جلال، آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد منعقدہ ۱۹۲۵ء اور آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۱۹۴۶ء کی تفصیلات، جنگ آزادی، تقسیم ہند اس کے اسباب اور عمل ورد عمل وغیرہ پر مشتمل ہوگا۔۱۲ محمد علی

وقت ہمارے ساتھ تھی۔ آج اپنی حکومت میں ہم اسے کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ حضرت علاّمہ صاحب فرماتے ہیں کہ نہرو جی کا اتنا کہنا تھا کہ حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ کا جلال دیکھنے کے لائق تھا۔ وقت کے وزیر اعظم کا للکارتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ نہرو جی! اگر آپ کو ان کا ہی خیال ہے تو آپ کیوں نہیں اپنے مکان کے کسی کونے میں ان کے لیے کوئی آفس کھول کر انہیں رکھ لیتے۔ مگر مسلمانوں کی وقفیہ جائداد کو اس طرح برباد نہ کیجئے۔ ورنہ اس کا انجام صحیح نہیں ہوگا۔

اسی طرح جب جمشید پور میں ۱۹۶۲ء میں کشمیر کانفرنس حضرت علاّمہ ارشد القادری صاحب قبلہ کی سربراہی میں ہوئی تھی اس موقع کے تعلق سے ہندوستانی موقف کی جس طرح ترجمانی کی اس نے ارباب دانش کو حیرت زدہ کر دیا۔

رائے گڑھ فساد کے موقع پر بھی آپ نے محسوس فرمایا کہ فرقہ پرست اس آگ کو پورے چھتیس گڑھ میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس وقت آپ نے انتہائی مدبرانہ انداز میں پریس کانفرنس لی اور اس کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو نہایت صبر وتحمل سے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اسے ہندوستان کا اٹوٹ انگ بتایا جسے پڑھ کر کئی لوگ برافروختہ ہو گئے اور آپ سے سوالات کرنے پہنچ گئے۔ اس سلسلے میں فصیح اللسان حضرت مولانا محمد سعید اعجاز صاحب کامٹوی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے آپ سے اخبار کو دیے گئے بیان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اگر میرے اس بیان سے رائے گڑھ کی بھڑکتی ہوئی آگ بجھ سکتی ہے، ہزاروں معصوم و بے گناہوں کا خون بہنے سے بچ سکتا ہے اور چھتیس گڑھ نفرت وتعصب کی بھٹی میں سلگنے سے بچ سکتا ہے تو اس میں برا کیا ہے۔

بابری مسجد پر جب تالا پڑا اور کشمیر کا مسئلہ پورے ملک کے لیے ناسور بن گیا اس وقت بھی نہرو جی سے آپ کی ملاقات اور ان مسائل پر اظہار خیال اور پھر نہرو جی کا آپ کی ہر گفتگو پر خصوصی توجہ دینا آپ کی سیاسی بصیرت، دینی غیرت، قومی حمیت اور قائدانہ صلاحیتوں کی منہ بولتی تصویر ہے۔

جب بابری مسجد میں تالا پڑا تو آپ بے چین ہو اٹھے۔ اس سازش کی آڑ میں قوم مسلم کی تباہی و بربادی اور انہیں مذہب وملّت سے دور کرنے کا شیطانی منصوبہ آپ کی نگاہوں میں گھوم گیا۔ آپ کو یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ یہ تو پہلا وار ہے۔ ابھی بے شمار وار انہیں برداشت کرنا پڑے گا۔ ہندوؤں کے سازشی پلان نے آپ کو لرزا دیا۔ ان کے خوفناک ارادوں نے آپ کو بے چین کر دیا۔ آپ نے نہ صرف نہرو جی کو ایک دکھ بھرا تار دلوایا بلکہ خود ان سے ملاقات کر کے انہیں مسلمانوں کی بے چینی اور غم وغصّہ سے آگاہ فرمایا۔ (بابری مسجد تاریخ کے آئینہ میں صفحہ ۲۴)

آپ نے ایک طرف ارباب حکومت کو للکارا تو دوسری طرف قوم مسلم کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔

''یہ صرف ایک مسجد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری ملّت کی بقاء کا سوال ہے۔ فتنہ پردازوں نے صرف مسجد میں تالا نہیں ڈالا بلکہ قوم مسلم کی قسمتوں پر تالے کا پلان بنایا ہے۔ ہمارے روشن کردار کو داغدار بنانے کا شیطانی منصوبہ ہے۔ جس کی یہ ابتدائی کڑیاں ہیں۔ ایسے پر آشوب موقع پر بھی شعور بیدار نہیں ہوا، آپسی اختلافات نہیں مٹے تو وہ دن دور نہیں جبکہ غرناطہ اور اسپین کی تاریخ یہاں بھی دہرائی جانے لگے۔ جہاں ۱۴۹۲ء تک اسلامی عظمتوں کا پرچم لہراتا رہا۔ تقویٰ وطہارت کی تجلیات رقص کرتی رہیں اور علمی وفکری قیادت سے اہل یورپ کا تاریک مقدر جگمگاتا رہا۔ مگر پھر مسلمانوں کی آپسی رنجش اور خانہ جنگیوں نے وہ دن بھی دکھایا کہ وہاں کی مسلم آبادی مقتل میں تبدیل کر دی گئی اور کوئی ان بے گور وکفن لاشوں پر آنسو بہانے والا بھی نہیں تھا۔

کیا وہی تاریخ یہاں بھی دہرائی جائے گی؟ کیا اسی لیے ہم نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے اِسے آزاد کرایا تھا؟ کیا اسی لیے ہماری ماؤں کی گودیں اور بہنوں کا سہاگ اجاڑا گیا تھا کہ سلطان ٹیپو، سراج الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے نعرۂ حریت وآزادی کی امین ونگہبان قوم اذان و

نماز تک سے محروم ہو جائے؟'' (ہفت روزہ ہمارا قدم دہلی۔ ۱۷؍جنوری ۱۹۹۱ء)

آج بابری مسجد شہید ہو چکی ہے۔ بمبئی کی دھرتی میں سڑکوں پر نماز کی پابندی لگ چکی ہے اور فرقہ پرست طاقتیں نہایت دلیری اور بے باکی سے ہر ہر محاذ پر ملّت اسلامیہ کو للکار رہی ہیں۔ گویا حضرت محسن ملّت علیہ الرحمہ نے چالیس اور پینتالیس سال پہلے جن خدشات کی طرف قوم کو متوجہ کیا تھا آج وہ پیکر محسوس میں نظر آ رہے ہیں۔

آپ کی معاملہ فہمی، موقع کی نزاکت کا احساس اور قوم و ملّت کی صحیح نباضی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ عید میلاد النبی کے جلوس کے موقع پر چند نوجوان لڑکوں نے جین سماج کے رہنما اچاریہ نانالال صاحب کے نام کا بینر ٹرک پر بیٹھ کر پھاڑ دیا۔ جس سے اچانک پورے جلوس میں کھلبلی مچ گئی۔ ان کے عقیدت مند لاٹھی اور تلوار لے کر ٹرک کے نیچے لیٹ گئے۔ صورت حال اتنی بگڑ گئی کہ پورے علاقے میں فساد بھڑک اٹھنے کا خطرہ امنڈنے لگا۔ آپ نے نہایت تیزی سے پلٹ کر اچاریہ جی سے ملاقات کی اور جلوس کی اہمیت، اسلام کی بھائی چارگی، رسول پاک کا پیغام امن و مساوات کی نہایت عمدہ اور مختصر انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے چند ناسمجھ نوجوانوں کی اس کارستانی کا ذکر کیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت آپ نے اسلام کے مساوات اور بھائی چارگی پر روشنی ڈالی اچاریہ جی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو جو راستہ روکے ٹرکوں اور بسوں کے سامنے کھڑے اور لیٹے تھے نہایت سختی سے روکا جس کے نتیجے میں ایک اٹھتا ہوا طوفان بدتمیزی اچانک تھم گیا۔ اور جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو انہوں نے اخباری نمائندوں کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا۔ جس سمپر دائے (فرقہ) کے رہنما اتنے اتسا ہی تتھا دوردرشی ہوں (امنگوں سے بھرپور اور دور اندیش) وہ دھن (قابل مبارکباد) ہے۔

(روزنامہ نئی دنیا ہندی رائے پور ۲۹؍فروری ۱۹۶۷ء)

جس وقت تاجدار چھتیس گڑھ مجذوب کامل حضرت بابا انسان علی علیہ الرحمہ (لترا والے بابا) نے مجذوبانہ روش سے ہٹ کر مجاہدانہ تیور دکھایا اور ایک مورتی کو پیٹ دیا جس سے پورے علاقے میں ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک طرف حضرت بابا کے عقیدت مندوں کا جتھا دوسری طرف باطل پرستوں کا جم غفیر۔ دونوں لڑنے مارنے پر آمادہ۔ ایسے موقع پر آپ نے جس تدبیر اور دوراندیشی کا جلوہ دکھایا اس نے پورے علاقے کو جلنے سے بچا لیا۔ عقیدت و احترام کے اعتبار سے حضرت بابا سے سبھی لگاؤ رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ نہایت تیزی کے ساتھ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جائے واردات پر پہونچے۔ دیکھا کہ نفرت و انتقام کی آگ میں سبھی سلگ رہے ہیں۔ ہر کوئی طیش میں بھرا غم و غصّہ میں ایک دوسرے پر گالیوں کی بوچھار کر رہا ہے۔ مگر جب وہاں پہونچے اچانک سارے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ موقع کی نزاکت دیکھ کر آپ نے ایک غیر مسلم سے پوچھ لیا کہ بابا کون ہیں جانتے ہو؟ اس نے جلدی میں کہہ دیا وہ تو بھگوان سمان (کی طرح) ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ نے مورتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برجستہ فرمایا۔ یہ بھی تمہارے نزدیک بھگوان اور وہ بھی تمہارے نزدیک بھگوان۔ پھر تو یہ بھگوانوں کی لڑائی لگتی ہے۔ یہ معاملہ انہیں کے سپرد کر دو وہ خود ہی سمجھ لیں گے۔ سامنے والا لاجواب ہو چکا تھا۔ بات دلوں میں اتر چکی تھی مگر سینے کا غم ابھی بھی ہلکا نہیں ہوا تھا۔ ایک غیر مسلم عقیدت مند نے بہتے ہوئے پیشاب کی طرف جو بت کے پاس ہی بہہ رہا تھا اشارہ کرتے ہوئے آپ کو اس کی طرف متوجہ کیا کہ بابا نے نہ صرف اسے پیٹا بلکہ وہاں پیشاب بھی کر دیا۔ صورت حال پھر اچانک تشویشناک ہونے لگی، مگر فوراً ہی آپ کی نظر پاس میں بکری کی مینگنی پر پڑی۔ بقول شیخ الاسلام حضرت مولانا سید مدنی میاں صاحب قبلہ (کچھوچھہ مقدسہ) آپ نے فرمایا کہ پہلے یہ تو ڈاکٹری کرواؤ کہ پیشاب کس کا ہے؟ یہ مینگنی تو کچھ اور ہی بتا رہی ہے؟ آپ کی اس برمحل دوراندیشی نے سبھوں کے ذہن کو اصل مسئلہ سے ہٹا کر دوسری طرف متوجہ کر دیا۔ ہر صاحب فکر آپ

کے انہیں دو لفظوں پر پورے مجمع کو قابو میں کرنے میں لگ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے نفرتوں کا طوفان تھم گیا۔ فساد کا بنتا ہوا ماحول سدھر گیا۔ سبھوں نے محسوس کیا کہ آپ کے حسن تدبر، حاضری دماغی اور موقع شناسی نے شہر کو اجڑنے سے بچالیا۔

شہزادۂ غوث الوریٰ، سراج ماہرہ، سید السادات حضرت مولانا سید شاہ حسن میاں صاحب سجادہ نشیں ماہرۂ مقدسہ فرماتے ہیں کہ ان کی بلند ہمتی و جفاکشی اور بے باکی ملّت کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔ قطب ربانی، تاج العارفین، شہزادۂ محبوب سبحانی حضرت مولانا سید شاہ محمد علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمہ والرضوان کچھوچھہ مقدسہ نے جوش حسینی، ولولۂ حیدری، ایمانی توانائی اور خدمت دین کا بے مثال جذبہ دیکھ کر فرمایا کہ آپ کی زبان میں خدا نے وہ تاثیر دی ہے جو پل بھر میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ آپ جس علاقے میں پہونچ جائیں گے اسلام کا بول بالا ہوگا اور آپ کے رہتے دشمنوں کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہوسکتی۔

جلالۃ العلم، استاذ العلماء، سیدی حضور حافظ ملّت (بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) آپ کی بلند حوصلگی اور عالی ہمتی کو داد دیتے ہوئے فرماتے تھے۔

قوم کی صحیح نباضی اور سیاسی دور اندیشی کا آپ پیکر اور حضور اعلیٰ حضرت کے فیضان کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اس ویران اور اجاڑ علاقہ میں آپ نے جس محنت و قربانی کے ساتھ اسلام کا پیغام پہونچایا وہ خود اپنی مثال آپ ہے۔

غرضکہ محسن ملّت علیہ الرحمہ کی پوری زندگی قومی عظمت و وقار کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ روشن و کشادہ پیشانی میں عشق رسول کی تنویر۔ لبوں پر عظمت اولیاء کی تفسیر۔ قلب و جگر میں روح بلالی اور ولولۂ حسینی کی تعبیر۔ قومی بلندی و ارجمندی کے لیے بے قراری۔ آخرت کی بازپرس پر گریہ و زاری۔ اور ملک و ملّت کی تعمیر و ترقی کے لیے منصوبہ بندی کا حسین سنگم تھی آپ کی ذات گرامی۔

جہاں سے مجاہدانہ کردار و عمل کی پرورش ہوتی ہے۔ سرفروشانہ للکار کی گھن گرج سنائی دیتی ہے اور دنیائے کردار و عمل میں کہکشاں کا جمال مسکراتا ہے۔

سیاسی بصیرت، مجاہدانہ للکار، سرفروشانہ کردار کے ساتھ ساتھ قلندرانہ صفت اور صوفیانہ کردار و مزاج کے بھی آپ پرتو تھے۔ اولیائے کرام کے فیوض و برکات کے ساتھ جہاں آپ کو سرکار اعلیٰحضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت و اجازت حاصل تھی وہیں قطب دیوہ حاجی وارث علی شاہ، گل گلزار اشرفیت حضرت اشرفی میاں، سجادہ نشین اجمیر مقدس، سرکار ماہرہ سید شاہ حیدر حسن میاں، قطب دکن حضرت شاہ عبدالعزیز عرفانی حیدر آباد، تاج الاولیاء ناگپور جیسی عظیم و جلیل ہستیوں سے بھی آپ مستفیض ہوئے۔ جنھوں نے اپنے کرم خسروانہ سے آپ کے نہاں خانۂ قلب و نظر کو اس طرح جگمگایا کہ وہ اولیائے کرام کے فیوض و برکات کا جلوۂ زیبا اور انوار و تجلیات کا مینارۂ نور بن کر عشق و عرفان اور تقویٰ و طہارت کی کرنیں بکھیرنے لگا۔

۱۹۶۷ء جلالۃ العلم، استاذ العلماء حضور سیدی حافظ ملّت علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ نے حج بیت اللہ کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ عین جہاز چھوٹنے سے چند گھنٹے قبل جب حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ کے بغیر فوٹو کے حج پر جانے کے سلسلے میں کچھ رکاوٹیں آئیں تو اس وقت آپ نے ملک کے وزیر خارجہ راجہ دنیش سنگھ سے سیدھا رابطہ قائم فرما کر جو کوششیں کیں وہ آپ کے سیاسی دبدبہ اور حکام اعلیٰ سے ربط و ضبط کی روشن مثال ہے۔

۲۵؍اپریل ۱۹۶۸ء مطابق ۲۶؍محرم ۱۳۸۸ھ کو مجاہدانہ کردار و عمل، مدبرانہ فکر و نظر اور اخلاص و محبت کی یہ عظیم و جلیل ہستی ہمیشہ کے لیے ہم سے رخصت ہوگئی۔ رائے پور کی مشہور و معروف درگاہ سیدنا حضرت فاتح شاہ صاحب میں حضرت سید وزیر اشرف مقتول شاہ وارثی اور حضرت سیدنا فاتح شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کے درمیان آپ کا مزار مرجع خلائق بنا فیوض و برکات کی تجلیات بکھیر رہا ہے۔

(جیل سے حضرت محسن ملت کا خط سر فرینک جارج گورنر کے نام)

نوٹ ؛ حضرت محسن ملت علہ الرحمہ نے دیش کی آزادی کے لیے جو جدوجہد کی ، وہ تاریخ آزادی کا سنہرا باب ہے۔آپ کی للکار سے گھبرا کر انگریزوں نے آپ کو جیل کی کالی کوٹھری میں ڈالدیا۔ جہاں آپ 19-7-1922 سے 13-12-1923 تک انگریزوں کے ہر ظلم وستم برداشت کرتے رہے۔آپ نے جیل میں بھی پرہیز گاری کا اعلیٰ نمونہ قائم کیا، نہ تو گورمینٹ کی کسی چیز کا استعمال کیا، اور نہ ہی ان کا تیار کیا کھانہ تناول فرمایا۔آپ کے والد حاجی محمد شاکر علی فاروقی ہر ماہ دس روپیہ بھج دیا کرتے تھے۔اسی پر آپ کا گزارہ تھا۔آزادی کے سلسلے میں آپنے وہاں سے گورنر صوبہ متوسطہ وبرار (اس وقت چھتیس گڑھ تو کیا مدھ پردیش بھی نہیں بنا تھا۔ یہ علاقہ سی ، پی ، اینڈ برار کہلاتا تھا اور اس علاقے کی راجدھانی ناگ پور تھی) کی معرفت وائسرائے ہند کو خط لکھا ۔اس کی نقل پیش خدمت ہے۔ چونکہ یہ خط تقریبا نوے سال پرانہ ہے۔جس کا کاغذ نہایت بوسیدہ ہے۔ اس لیے جہاں لفظ سمجھ میں نہیں آیا وہاں (۔۔۔) کا نشان ڈالدیا گیا ہے۔خط کا ایک ایک لفظ اور ہر ہر سطر دیش کی آزادی کی تڑپ اور انگریزوں کی ظلم کے خلاف امنڈتے ہوے طوفانوں کی کہانی کے ساتھ آپ کی بلند ہمتی ، اوالعزمی اور چٹان کی طرح باطل کے سامنے ڈٹے رہنے کی تاریخ بھی بیان کر رہی ہے۔۔۔۔۔۔

محمد علی فاروقی مہتمم مدرسہ اصلاح المسلیمین و دارالیتامیٰ رائے پور

سی ، جی ۔ 22-05-2012

10-10-1922 تک جواب نیہں آیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

جناب ہزاکسلنسی سر فرینک جارج ۔۔۔ سی ۔ ایس ۔ ئی ۔ گورنر صوبہ متوسطہ وبرار۔

ھداکم اللہ تعالیٰ الی الاسلام

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ میں رائے پور میں قید سخت بھگت رہا ہوں ، بعد سزا میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ آپ کو ایک تحریر روانہ کروں ۔ جس میں کچھ دریافت کروں ۔لیکن اس کے ساتھ یہ بھی خیال آیا کہ اگر کوئی تحریر سزا کے ایک ماہ کے اندر لکھوں گا تو غالباوہ تحریر اپیل نہ سمجھ لی جائے ۔اس لیے آج جب کہ دو ماہ حکم سزا کا ہو چکا ہے ۔ یہ تحریر روانہ کرتا ہوں ۔ اس تحریر کے ذریعہ چند سوالات آپ سے کرتا ہوں ۔ مجھے قوی امید ہیں کہ جناب جواب سے مطلع کریں گے ۔-12 جولائی ۱۹۲۲ء کو جب میرے اس بیان پر بحث تھی جس کو بلا پڑھے ہوے کچہری میں مجسٹریٹ نے داخل کرنے پر مجبور کیا ۔ حالانکہ یکم جولائی ۱۹۲۲ء کی پیشی میں میں نے مثل میں نوٹ کرادیا تھا کہ بیان کو پڑھ کر سن کر داخل کروں گا ۔لیکن مجسٹریٹ نے ایک نہ سنی ۔ خیر یہ کہنا فضول ہے کہ میرے مقدمہ میں کیا کیا سلوک غیر قانونی ہوئے ۔ یہ تو آپ کو مقدمہ کے مثل دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے ۔ میری طرف سے کیا کیا باتیں فضول مثل میں لکھ لی گیں ۔ میرے تحریری بیان کے ۔۔ یا کہ کاروئی مقدمہ میں مجھے کیا کیا ۔۔۔ آسانی پہنچائی گیں ۔ میرے جائز اختیارات کو سلب کر لیا گیا ۔ یہ ایک دیگر سخن ہے ۔ یہ میری تحریر کا مقصود اصلی نہیں ہے ۔ بحث کے دن جبکہ وکیل سرکاری مسٹر غلام محی الدین خان نے اپنی تقریر کو ختم کردیا اور میرا وقت آیا ۔تو میں نے مجسٹریٹ سے کہا کہ مجھے زائد کہنا نہیں ہے اور نہ اپنے الزام کے دفاع کی زیادہ کوشس کرنا ہے ۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ

مجھے سزا ہوگی۔ اس لیے کہ میرے بیان دینے کے قبل ہی آپ چارج لگا چکے ہیں، مگر صرف ایک بات میرے بیان کے متعلق دریاف طلب ہے۔ کیونکہ سرکاری وکیل نے میرے بیان کے اس حصہ پر توجہ نہیں کی ہے جو کہ اصل دار و مدار الزام جرم کا ہے اور اگر وہ بات ثابت ہو جائے تو غالبا جرم ہی کی حقیقت سیرے سے باطل ہو جائیگی۔ مجسٹریٹ نے اجازت دیا۔ مین نے وکیل سرکاری سے دریافت کیا کہ بیان میں جو آیت قرآنی میں نے درج کی ہے۔ اس کی اور میرے اس (بیان) پر ائندہ مجموعہ کی ایک مثال ہے۔ وہ بھی مذہبی ہے اور آیۃً قرآنی بھی مذہبی ہے اور شاہی فرمان کی وجہ سے مجھے ہر مذہبی بات کی آزادی ہے۔ آپ میرے اس (بیان) پر آئندہ مجموعہ کو جس پر مقدمہ چل رہا ہے۔ دفعہ 124 میں داخل کرتے ہے اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کیا آپ کے نزدیک قرآن مجید کی وہ آیت جو درج بیان کی گیں ہے جس میں ایک آیت ۔۔۔۔۔۔ یہی ہے۔ جس کا ترجمہ، بعد پڑھنے آیت کے، میں نے کیا۔ ترجمہ یہ ہے (اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول کی، اطاعت کرو مسلمان بادشاہ کی) آیت کا ترجمہ یہی ہے اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کافر بادشاہ کی اطاعت نہ کرو اور یہ برطانیہ پر چسپاں ہے۔ کیونکہ وہ کافر ہے۔ تو کیا آپ کے نزدیک اس آیت کا ترجمہ اور مطلب اور مذہبی آزادی اس دفعہ میں داخل ہیں۔ وکیل صاحب نے جواب دیا کہ قرآن کی جس آیت کا ترجمہ تم نے بیان کیا ہے۔ اگر ایسا ہی ترجمہ و مطلب ہے تو اس دفعہ میں داخل ہے۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ اس آیت کا ترجمہ تم غلط کر رہے ہو۔ اس کا ترجمہ ایسا نہیں اور مذہبی واعظ کا ۔۔۔ اس دفعہ سے استثناء نہیں ہے (ختم ہوا جواب وکیل) اب صرف یہ کہنا ہے کہ قرآن کی آیت کا، جو کہ یہ ہے۔ اطیعو اللہ اطیعو الرسول و اولی الامر منکم۔ سوائے مندرجہ بالا ترجمہ کے دوسرا ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس ترجمہ کو وکیل صاحب داخل دفعہ مذکور کرتے ہے۔ اس پر سے مندرجہ ذیل سوال لکھتا ہوں جو کہ نمبروار ہوں گے۔

(ا) وکیل سرکاری کا یہ کہنا کہ اس دفعہ سے مذہبی واعظ کا استثنا نہیں اور آیت قرآنیہ کا ترجمہ و مطلب اس دفعہ میں داخل ہے۔ صحیح ہے کہ غلط۔

۲) درصورت صحت، کیا اس شاہی فرمان کے خلاف یہ دفعہ آزادی مذہب کو سلب نہیں کرتی۔ جس کا بارہا شاہان برطانیہ کا اعلان ہو چکا ہے۔ اور اس اہم اعلان کی تصدیق ہر فرماں رواں نے کیا ہے۔ اور حقیقت میں یہی فرمان سلطنت برطانیہ کے قیام کا راز ہے۔ موجودہ ملک معظم نے بھی اپنے تازہ اعلان میں جو کہ 1919ء میں اصلاحات کے دیتے ہوئے روانہ کیا ہے۔ اس کے دوسرے نمبر میں ارشاد فرماتے ہیں جس کو ہم سرخی سے تھوڑا سا نقل کر کے اخیر تک کا حولہ لکھ دینگے، اشارہ (دلچسپی کا موجب ۔۔۔) اخیر تک

۳) درصورت غلط (وکیل سرکاری کا کہنا اگر غلط ہے) کیا وکیل سرکاری نے اس غلط بیانی سے فرمان شاہی کی توہین نہیں کی۔ اگر کیا تو کیا جناب ان پر توہین شاہ کا مقدمہ چلائیں گے۔ کیو ں کہ جس بات کی آزادی بادشاہ نے دیا ہے اس کو وکیل سرکار اس دفعہ میں شامل کرتا ہے

۴) کیا وکیل صاحب کے فرمانے کے بعد مین سمجھ لوں کہ مجھے مذہبی آزادی نہیں اور اگر نہ سمجھو تو اس کی کیا دلیل ہے۔ جب کہ صاف لفظوں میں گورمینٹ کا وکیل ایسا کہتا ہے۔ غالبا موجودہ زمانہ میں بھی موکل کو اس بات سے انکار نہ ہو جو الفاظ وکیل صاحب نے کہے ہیں۔ مذہبی آزادی کا جو اعلان شاہ برطانیہ سے اس کا کیا مطلب ہے۔

(الف) اور کس حد تک یہ مذہبی آزادی دی گئی ہے۔

(ب) کیا اعلان شاہی میں ان تمام باتوں کی آزادی دی گئی ہے جو کہ کسی مذہب کی کتاب سے ثابت ہے۔ یہ کہ صرف بعض احکام کی اجازت ہے۔ برادران وطن کی ۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(ج) قرآن مجید سے جو احکام ثابت ہیں۔ ان سب کی مسلمانوں کو آزادی دی گئی ہے یا کہ نہیں۔

اگر چہ وہ قانوناً خلاف ہوں یعنی گورمینٹ برطانیہ کے قانون کے خلاف ہوں۔(ختم شدسولات)

یہی سوالات ہیں جن کا جواب جناب سے۔۔۔اگران سوالات کو جناب نہ حل کرسکیں تو جو صاحب حل کرسکیں۔ان کے پاس روانہ کردینگے۔ یعنی وائسرائے ہند کے پاس۔ میری اس تحریر پر سپریٹنڈینٹ جیل کے دستخط ہوں گے وہی میں کافی سمجھتا ہوں ورنہ اس کو ڈپٹی کمیشنر کے پاس روانہ کرتا لیکن جس احاطہ میں مین ہوں۔اول۔۔۔کے دستخط کافی ہیں۔اخیر میں پھر لکھتا ہوں کہ اس تحریر سے میری غرض اپیل کی ہرگز نہیں۔اپیل کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔

20.09.1922

فقط راقم الحروف فقیر محمد حامد علی عفی عنہ فاروقی — جیل رائے پور

(ماخذ از:چشمۂ اردو،ص:۴۶،۴۷،۴۸)

ایک چراغ رہبری ہے محسن ملّت کی ذات

حضرت مولانا اعجاز احمد کامٹی علیہ الرحمہ

ایک چراغ رہبری ہے محسن ملّت کی ذات — روشنی ہی روشنی ہے محسن ملّت کی ذات
نام ہے حامد علی ہاں نام ہے حامد علی — حامد آل نبی ہے محسن ملّت کی ذات
نسبت خواجہ کی صورت صاف آتی ہے نظر — گویا آئینہ بنی ہے محسن ملّت کی ذات
نسبت غوث الوریٰ اور نسبت خواجہ پے — آج بھی دم بھررہی ہے محسن ملّت کی ذات
زخم خوردہ قوم وملّت کو یہ دیتے ہی — گویا مرہم بن گئی ہے محسن ملّت کی ذات
وارثی، فاروقی،عرفانی وسیلے کی قسم — ضامن حبّ علی ہے محسن ملّت کی ذات
رضوی میخانہ کی اعجاز کیفیت ہے گواہ
مست جام بے خودی ہے محسن ملّت کی ذات

حضرت محسن ملّت اورانکے اسلاف

از جانشین محسن ملت مولانا محمد علی فاروقی سابق لیکچرار آر۔ایس یونیورسٹی رائے پور

چھتیس گڑھ کی دھرتی کو جن بزرگوں نے اپنے خون جگر سے سینچا۔ان میں حضرت محسن ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہستی ایک تاریخ سازحیثیت کی مالک ہے۔آپ کے کشف وکرامات اور بزرگی کے بے شمار واقعات لوگوں کے ذہن وفکر میں محفوظ ہیں،مگر آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے چھتیس گڑھ جیسے پسماندہ اور علم سے دور علاقے کو علم کا گلشن بنادیا۔آج جابجا حفاظ عظام اور علمائے کرام کا گروہ نظر آرہاہے اور جگہ جگہ علم دین کے صوت سرمدی سے دل ودماغ میں ایمانی انقلاب دکھائی دے رہاہے اس میں آپ کا خون جگر شامل ہے۔آج سے سو سال پہلے پورے علاقے میں تراویح پڑھانے والوں کی یہ بہار نظر نہ آتی تھی اور نہ ہی مسجدوں کو سنبھالنے والے خطیبوں کی ایمانی للکار سنائی دیتی تھی مگر حضرت محسن ملت جب غوث وخواجہ (علیہاالرحمہ) کا فیضان لے کرآئے تو قوم کو تعلیمی دنیا میں ایک باوقار مقام دلانے کا عظیم منصوبہ تیار کیا۔جس کی برکتوں کا آج یہ نتیجہ ہے کہ گلی گلی اردو عربی اور فارسی کے جانکاروں کا ایک جال بچھا نظر آرہا ہے۔جس نے اردو کے تحفظ میں ایک تاریخی کردار ادا کیا۔

اس وقت یہ علاقہ اردو سے اتنا نابلد تھا کہ پورے پورے گاؤں،دیہات اور شہر میں چند ہی افراد اردو داں دکھائی دیتے تھے۔مگر حضرت محسن ملت نے تعلیم پر جو خصوصی توجہ فرمائی اس نے آج ہر علاقے میں ہزاروں عربی،فارسی اور اردو کے جانکار پیدا فرماکر اردو کے فروغ کا مستقل انتظام فرمادیا،آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”میں تعلیمی دنیا میں اپنے بچوں کا مقدر ستاروں سے بھی بلند دیکھنا چاہتا ہوں“۔

ایک جگہ اپنی تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری تمنا ہے کہ ان گھنے جنگلوں اور پہاڑوں گفاؤں میں بھی علم کا چراغ جلاؤں
جہاں آج تک سورج کی روشنی بھی نہیں پہنچ سکی۔''

آپ خاندانی طور پر بابا فرید شکر گنج کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ نصیر الدین کی نسل سے تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر جہاں دنیائے تصوف کے سلطان العارفین ہیں اور شیخ المشائخ سید نا نظام الاولیا خواجہ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرو مرشد ہیں وہیں شہنشاہ ہندوستان سلطان الہند خواجہ خواجگاں والی ہندوستان حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید وخلیفہ اور انکے جانشین بھی ہیں۔

بابا صاحب پر سلطان الہند سرکار غریب نواز کے الطاف خسروانہ کا اندازہ اسی واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ اور حضرت قطب صاحب اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں بابا فرید چلہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت حضرت فرید بابا اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ آپ ان کے احترام کے لیے اٹھ بھی نہیں سکے۔ اس لیے وہیں باچشم پرنم آپ نے سرنیاز زمین پر رکھ دیا۔ بابا صاحب کا یہ حال دیکھ کر خواجہ صاحب نے قطب صاحب سے فرمایا:

اے قطب! کب تک اس بیچارہ کو مجاہدہ میں گھلاؤ گے۔ آؤ اسے کچھ عطا کردیں۔

یہ کہہ کر ایک طرف خواجہ پاک نے اور دوسری طرف خواجہ قطب صاحب نے آپ کو پکڑ کر کھڑا کیا۔

پھر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسماں کی طرف منہ کر کے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی۔ خدایا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویشی پر پہنچا۔ غیب سے ندا آئی۔ ہم نے فرید کو قبول کیا۔ یہ وحید عصر ہوگا (ص:۸۷ حضرت محسن ملت)

حضرت بابا فرید کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:

بابا فرید الدین بن جمال الدین بن سلیماں بن شعیب بن احمد بن یوسف بن شہاب الدین علی فرخ شاہ بن نور الدین بن نصیر الدین بن محمود بن سلیماں بن مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر بن عبداللہ الواعظ الاکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراھیم بن ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن حاصم بن حضرت عبداللہ بن امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضواں اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس طرح آپ تیسویں پشت میں امام الاعدلیں سیدنا فاروق اعظم سے جاملتے ہیں۔

آپ کے اجدا میں شہاب الدین علی عرف فرخ شاہ جیسی مایہء ناز ہستی گزری ہے۔ جنکا مزار کابل سے تقریبا (۶۰) میل کے فاصلے پر حصہ شمال میں درہٗ فرخ شاہ میں موجود مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مزار پر گنبد بنا ہوا ہے اور ہزاروں حاجت منداں مخلوق آپ کے درِاقدس سے فیض پاتی ہے۔ حضرت بابا کے چودھویں داد حضرت ابوالفتح کی مزار علاقہ لوگر میں موجود ہے۔ جہاں آپ کو شیخ کے نام سے جانا جاتا ہے اور اہل علم آپ کو شیخ فاروقی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق کے ۹ (نو) صاحبزادے اور ۴ چار صاحبزادیاں تھیں۔ تیسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے تیرہ صاحبزادے تھے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت ابوعبیدہ (۳) حضرت واقد (۴) حضرت عبداللہ (۵) حضرت عبیداللہ (۶) حضرت عمر (۷) حضرت عبدالرحمٰن (۸) حضرت سالم (۹) حضرت حمزہ (۱۰) حضرت زید (۱۱) حضرت بلال (۱۲) ابوسلمہ (۱۳) حضرت عاصم۔ ان میں حضرت عاصم بابا فرید کے اجداد میں آتے ہیں۔ انہیں کی نسل افغانستاں لاہور وغیرہ ہوتی ہوئی پاک پٹن پہنچی

حضرت بابا فرید کے پردادا حضرت شعیب کی ایک اولاد حضرت عبداللہ سے جو نسل چلی اس میں بارھویں پشت میں مخدوم عبدالاحد ہیں جو گیارھویں صدی کے مجدد مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمہ کے والد گرامی ہیں۔

مجددالف ثانی شیخ احمد فاروقی علیہ الرحمہ والرضوان (۱۴ شوال ۱۷۹ھ تا ۲۸ صفر ۱۰۲۳ھ مطابق ۵ جون ۱۵۶۴ء۲۶ نومبر ۱۶۲۴ء) نے اکبری دور میں اور جہانگیر زمانہ میں دین اسلام کی حفاظت کا جو فریضہ انجام دیا۔اس کے تذکرہ کے لیے ایک پورا دفتر چاہیے۔

جہاں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ والرضوان سیدنا قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جیسے بے مثال بزرگ کے جانشین تھے۔وہیں مجددالف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ نقشبندیہ سلسلے میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خرقہ خلافت وسجادگی سے نوازے گئے۔

آپ کے دور میں اکبری فتنہ (۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک) شباب پر تھا۔آپ نے اس کا نہ صرف بھرپور مقابلہ کیا بلکہ ہر محاذ پر اسے شکست دے کر ملت اسلامیہ کی حفاظت کا مقدس فریضہ بھی انجام دیا۔

آپ کے ساتھ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ) نے بھی احیاے ملت اسلامیہ کے لیے زبردست کوشس کی۔جس کی تفصیل میرے ایک مضمون ''محقق علی الاطلاق اوران کے اسلاف'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ مدارج النبوت اشعۃ المعات ،المعات التنقیح وغیر میں بھی انکی تفصیلات صاحب ذوق کو آواز دے رہی ہیں۔

اکبری فتنہ کے بعد دور جہانگیری (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء) میں شیعہ نے نور جہاں کی پشت پناہی میں اپنے بال وپر نکالے۔خصوصاً سجدۂ تعظیمی جیسے حرام کام کو جہانگیر نے شاہی آداب میں داخل کر کے ملت اسلامیہ کے ایماں کی بربادی کا مستحکم انتظام کیا۔مگر مجددالف ثانی کی للکار نے نہ صرف مسلمانوں کے دین وایماں کے تحفظ کا ٹھوس طریقہ نکالا بلکہ جہانگیری جاہ وجلال کو بھی گھٹنے

ٹیکنے پر مجبور کردیا۔

مجددالف ثانی کے خلیفہ خواجہ ہاشم کشمی بدخشانی نے ''بر کاۃالاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدالمقامات'' میں اور شیخ بدرالدین سرہندی نے اپنی کتاب ''حضرت القدس'' کے جلد دوم میں مجددالف ثانی کا نسب نامہ تحریر فرمایا ہے۔جو آخر میں امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم سے جاملتا ہے۔ چونکہ بابا فرید شکر گنج جو حضرت محسن ملت علیہ الرحمہ کے مورث اعلیٰ ہیں وہ بھی فاروقی نسل ہیں اور یہ دونوں بزرگ کا سلسلہ نسب حضرت شعیب بن احمد میں جاکر مل جاتا ہے۔اس لیے نسب کی تحقیق میں مجدد صاحب کے ان دونوں خلفاء کی تحقیق بنیادی حیثیت رکھتی۔

خواجہ ہاشم کشمی بدخشانی علیہ الرحمہ جنکا مزار برہان پور میں قبرستاں عکہ میں مرجع خلائق ہے۔انھوں نے حضرت مجدد صاحب کے نسب میں پندرھویں دادا حضرت شہاب الدین علی فرخ شاہ کا ذکر کیا ہے جو بابا فرید کے چھٹویں دادا ہیں۔لیکن انہوں نے مجددالف ثانی کا شجرہ ترتیب دیتے ہوئے زبدۃ المقامات میں فرخ شاہ کے بعد نام کی جگہ صرف ۱۶ کا ہندسہ لکھ دیا اور نام کی وضاحت کیے بغیر آگے بڑھ گئے۔انھوں نے اپنے تحریر کردہ شجرہ میں ایک اور خصوصی اہتمام یہ فرمایا کہ خالی نام پر اکتفانہیں کیا بلکہ درمیانی واسطوں کا بھی شمار فرمایا۔انھوں نے ''زبدۃ المقامات'' میں مجددالف ثانی کے نسب کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائے ہیں۔

شہاب الدین علی الملتب بہ فرخ شاہ الکابلی جد پانزدھم حضرت ایشاں است۔واد بہ یا زدہ واسطے بہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الحطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنھا) پیوندد۔

یعنی فرخ شاہ آپ کے پندرھویں جد ہیں جو گیارہ واسطوں سے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب سے جاملتے ہیں۔

اس طرح ان کی تحریر سے واضع ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق سے آپ گیارھویں واسطے

سے مل جاتے ہیں۔لیکن جب ان کے لکھے ناموں کا ان سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو فرخ شاہ اور حضرت عبداللہ کے درمیاں ایک نام کی کمی واقع ہوتی ہے۔زبدۃ المقامات میں خواجہ نصیر کے نام پر دو کا ہندسہ ملتا ہے۔جس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ نصیرالدین فرخ شاہ کے دادا ہیں۔لہذا اب صرف ایک نام ان کے والد کا رہ جاتا ہے۔

شیخ بدرالدین جو مجدد الف ثانی کے خلیفہ بھی ہیں انھوں نے اپنی کتاب ''حضرت القدس'' میں امام رفیع الدین کے بعد نورالدین کا ذکر کرتے ہوئے رفیع الدین اور نصیرالدین کے درمیاں نورالدین کا نام لکھتے ہیں۔ان کے مطابق سلسلہ نسب اسی طرح سامنے آتا ہے۔

رفیع الدین ولد نورالدین ولد نصیرالدین۔اس سلسلے میں صاحب مقامات خیر حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی اس مسئلہ کو سلجھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ بدراالدین کو نصیرالدین کے نام سے مغالطہ ہوا۔ان کو نورالدین کا نام شہاب الدین فرخ شاہ اور نصرالدین کے مابین لکھنا تھا۔لیکن وہ جلدی میں رفیع الدین ونصیرالدین کے مابین لکھ گئے۔

اسی طرح سلسلہ نسب میں فرخ شاہ کے گیارھویں دادا کا نام ناصر بتایا گیا۔اور انھیں حضرت عمر کا پوتا لکھا گیا ہے۔ان کا نسب اس طرح بنتا ہے۔ناصر بن عبداللہ بن عمر فاروق۔جبکہ مورخین نے حضرت عمر کی تیرہ اولاد بتائیں ہیں۔جن میں ۹ لڑکے ہیں اور ۴ لڑکیاں۔ان میں کسی کا نام ناصر نہیں اور اسی طرح ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی بھی تیرہ اولاد نرینہ تھیں ان میں بھی کسی کا نام ناصر نہیں ملتا۔تہذیب التہذیب،طبقات ابن سعید اور میزان الاعتدال میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

اس سلسلے میں کچھ تفصیل شیخ فضل اللہ مجددی کی کتاب ''عمدہ المقامات'' میں بھی پائی جاتی ہے۔جس کی تالیف ۱۲۳۳ھ میں کی گئی۔اس کے صفحہ ۹۸ میں عبدالقیوم (متوفی ۱۲۷۱ھ) کا حاشیہ

ہے جن میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔

مخفی نماند کہ تمام نسب مبارک تا امیر المومنین ازادئے انتخاب سی دونفری شوند

اہل علم پر واضع ہے کہ آپ (مجدد الف ثانی) کے نسب مبارک میں از روئے انتخاب بتیس (۳۲) افراد پائے جاتے ہیں۔

اس حساب سے دیکھیے تو ناصر بن عبداللہ بن عمر تک صرف اٹھائیس افراد دکھائی دیتے ہیں۔بتیس کے لیے ۴ شخصوں کی کمی واقع ہو رہی ہے۔

اس سلسلے میں صاحب مقامات خیر نے حافظ محمد ہاشم مجددی ساکن حیدر آباد کو لکھا (خیال رہے کہ خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری صاحب زبدۃ المقامات اور ہیں اور حافظ محمد ہاشم مجددی حیدر آبادی الگ ہیں) انھوں نے جواب میں یہ عبارت تحریر کی۔

''بر حاشیۂ حضرات القدس از دفتر دوم صفحہ ہفتم جناب حضرت قبلہ محمد حسن مجددی قدس سرہ تحریر فرمودہ اند۔

شیخ عبداللہ بن شیخ عمر بن شیخ حفص بن شیخ عاصم بن شیخ عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنھم

اس نسب نامہ کے مطابق عبداللہ بن عمر دو گزرے ہیں ایک حضرت عمر فاروق کے صاحبزادے ہیں جبکہ دوسرے عمر وہ ہیں جو حفص بن عاصم کے صاحبزادے ہیں۔

اسی طرح حضرت عاصم بھی دو گزرے ہیں؛ایک حضرت عمر کی اولاد میں عاصم ہیں جنکی والدہ مکرمہ جمیلہ بنت ثابت بنت ابی الاقلح ہیں۔انکا اصلی نام عاصیہ (نافرماں) تھا مگر رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بدل کر جمیلہ کر دیا۔

اور دوسرے حضرت عبداللہ کی تیرہ اولادوں میں ایک کا نام عاصم تھا۔صاحب زبدۃ المقامات

حضرت خواجہ ہاشم نے حضرت مجدد صاحب نسب نامہ صرف حضرت عبداللہ بن عمر تک لکھا ہے جو حضرت حفص کے صاحبزادے ہیں۔لوگوں نے غلطی سے انہیں عمر ابن خطاب سمجھ لیا۔اس طرح سلسلہ نسب ۳۲ (بتیس) کے بجائے ۲۸ (اٹھائیس) ہوگیا جس سے لوگ مغالطہ میں پڑ گئے۔

اب سلسلہ نسل اس طرح سے سامنے آتا ہے۔ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر فاروق۔

ان تصریحات سے کھل کر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ شیخ احمد فاروقی سرہندی جو گیارھویں صدی کے مجدد ہیں انکا سلسلہ نسب بتیسویں پشت میں اور سلطان العارفین بابا فریدالدین فاروقی شکر گنج کا سلسلہ تیسویں پشت میں امام الاعدلیں امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے آباواجداد میں خواجہ شہاب الدین فاروقی بھی ایک بڑے جلیل القدر بزرگ گزرے ہیں۔حضرت محسن ملّت کا آبائی وطن قاضی پور چندہا ضلع الہ آباد میں سب سے پہلے آنے والے بزرگ آپ ہی تھے اور پھر آپ کی اولاد اس کے اردگرد بستی چلی گئی۔جس سے اس علاقے کا نام ''قاضی پور چندھا'' پڑ گیا۔جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حضرت خواجہ شہاب الدین فارقی دور جہاں گیری (۱۶۰۵ تا ۱۶۸۷) میں منصب قضاء پر فائز ہوکر شہنشاہ جہاں گیری کی طرف سے وہاں بھیجے گئے تھے۔آپ کا مزار ایک سڑک کے کنارے ہے۔جو ماضی قریب میں پورب سے پچھّم جونپور سے بنارس جانے والی سڑک تھی۔آج کل گورمینٹ کی خفیہ پالیسی کے تحت وہاں اہیروں کی بستی بسائی جارہی ہے۔آپ کا خاندان افغانستان پنجاب دلی ہوتے ہوئے اکبری دور میں الہ آباد پہنچا اور پھر وہیں سے جہاں گیر کے زمانے میں قاضی القضات بنا کر آپ بھوپت پور چندہا بھیجے گئے۔آپ کو اطراف وجوانب میں اس

وقت ''قاضی'' کے نام سے لوگ جانتے پہچانتے تھے۔آپ کے لڑکے انور صاحب تھے اور ان کے لڑکے چاند صاحب تھے۔جن کی وجہ سے ایک محلّہ کا نام ''چندھا'' پڑ گیا۔جو آج کل ایک چھوٹے سے گاؤں کی شکل میں جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ان کے لڑکے کا عرفی نام ''انگن'' تھا۔تلاش بسیار کے باوجود ابھی تک اصل نام کی شناخت نہیں ہوسکی۔مختلف روایات میں متعدد نام ملتے ہیں۔مگر عرفیت پر سبھوں کا اتفاق ہے۔ان کے تین لڑکے تھے۔خواجہ جعفر علی فاروقی، خواجہ صادق علی فاروقی اور خواجہ باقر علی فاروقی جن میں صادق علی فاروقی کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی صرف لڑکیاں تھیں، جبکہ صادق علی اور باقر علی کی اولادوں میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں پائی جاتی ہیں۔آج کل انہیں کی اولاد کی نسلیں پورے اطراف میں بود باش اختیار کیے ہوئے ہے۔اس سلسلے میں تاریخی طور پر تاریخ فرشتہ ص:۶۰۶، آئینہ اودھ، آئینہ بنارس وغیرہ میں کچھ تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔خاندان فاروقی میں مجدد الف ثانی کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا نام آتا ہے جنہوں نے نہ صرف ہندوستان کو بلکہ پاکستان، افغانستان، ایران، عراق تک اپنے افکار وخیالات کے تابناک نقوش چھوڑے ہیں۔اس سلسلے میں محقق عصر حضرت مولانا یٰس اختر صاحب مصباحی بانیٔ دارالقلم اپنی مشہور کتاب ''سواد اعظم'' میں چودھویں صدی کے ایک فرقہ کی طرف سے ان کی کتابوں میں کیے گئے تحریفات بلکہ ان کے ساتھ کیے گئے ظلم کا ذکر کرتے ہوئے نہایت افسوس اور دکھ کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

اس خانوادۂ ولی اللہی کو خصوصیت کے ساتھ نشانۂ تحریف والحاق بنانے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابیں اور آپ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں کا پورے ملک پر زبردست دینی وعلمی اثر تھا۔اور یہی ''خانوادۂ عزیزی ولی اللہی''، علمی وفکری اعتبار سے سواد اعظم اہل وسنت و جماعت کا قافلہ سالار بھی تھا۔چنانچہ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی، حضرت مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی۔حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی، حضرت علامہ

مخصوص اللہ دہلوی فرزند شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا سلامت اللہ کشفی بدایوانی ثم کان پوری، حضرت مولانا حیدرعلی فیض آبادی۔حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی۔حضرت مولانا شاہ ظہورالحق پھلواری۔حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھلواری قدست اسرارہم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ مطابق۔۱۸۲۳ء) کے مشہور اورنادرۂ روزگار تلامذہ تھے۔ ماضی قریب کے کچھ اہل علم اوردانشوروں پر بھی ''فکرولی اللہی'' کا ایک نئے انداز سے غلبہ ہے۔ چنانچہ مولوی شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء) اس حدتک آگے بڑھ کر لکھتے ہیں: ''ابن تیمیہ اورابن رشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانہ میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا، اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل ودماغ پیدا ہوگا۔لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھلانا تھا کہ اخیر زمانہ میں جب کہ اسلام کا نفس واپسیں تھا، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا۔جس کے کارناموں کے آگے غزالی، رازی، اورابن رشد کی نکتہ سنجیاں ماند پڑ گئیں۔''

(علم الکلام، مؤلفہ شبلی نعمانی ص:۸۷۔جلد: اول، مطبوعہ: مسعود پبلشنگ ہاؤس، کراچی)

تدبر فاروقی کے ساتھ جلال فاروقی سے ساری دنیا واقف ہے۔ لہٰذا حضرت بابا فرید شکر گنج اورحضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے لے کر شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز فاروقی محدث دہلوی اور حضرت محسن ملت مولانا محمد حامد علی فاروقی علیہ الرحمہ تک دعوت وعزیمت کی ایک تاریخ ہے۔جس نے ہر دور میں ملت اسلامیہ کے تحفظ وبقا کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

اگر پاک پٹن کا علاقہ سلطان العارفین کی تجلیات سے جگمگا رہاہے، تو دلی کا مغلیہ تخت دور جہانگیری میں مجدد الف ثانی کی للکار سے لرز رہا ہے۔ اگر مجاہد جلیل علامہ فضل حق فاروقی

خیرآبادی کی للکار سے سات سمندر پار سے آئے ہوئے انگریزوں کے رونگٹے کھڑے ہورہے ہیں تو حضرت محسن ملت کی مجاہدانہ گھن گرج سے رائے پور کے جیل کی چہار دیواری کانپ رہی ہے۔غرضکہ اسلاف سے لے کر اخلاف تک لگا تار قربانی، بے مثال، جدوجہد اورشب وروز کی کوششوں کی ایک تاریخ ہے۔جس نے ہر جگہ اسلام کے تحفظ کا، سنیت کی بقا کا اور ملت کی تعمیر کا عظیم کردار ادا کیا۔۔۔(ماخوذ از چشمہ اردو محسن ملّت نمبر جولائی تا اگست ۲۰۱۳ء)

رہبر راہ طریقت حضرت حامد علی

نظر کردہ قطب اندور بابا اوصاف محمد اچشتی

رہبر راہ طریقت حضرت حامد علی — کامل علم شریعت حضرت حامد علی
قلب اطہر ہے درخشاں معرفت کے نور سے — واقف رمز حقیقت حضرت حامد علی
ہاں مدینہ اور نجف، بغداد اوراجمیر سے — آپ کو ہے خاص نسبت حضرت حامد علی
اب خدا جانے کہ جانے رحمت کون ومکاں — پائی ہے کیا تم نے نعمت حضرت حامد علی
شاہ عرفاں، قطب دکن، غوث الوریٰ کے طفیل — کیجئے نظر عنایت حضرت حامد علی
تم شہا ابن شہا میں گدا ابن گدا — اب بنا دو میری قسمت حضرت حامد علی

تا ابد لکھتا رہوں اوصاف اپنے یار کی
ہو عطاء وہ خاص طاقت حضرت حامد علی